



پاکستان نیشنل بک ٹرسٹ
پنجاب روڈ، کراچی۔ ۷۴۰۰

۶

قطعَات، رُباعِیات ترکیبِ بد، ترجیحِ بد مُخمس

میرزا اسد اللہ خان غالب

باہتمام

غلام رسول مہ



PDF By : Meer Zaheer Abass Rustmani

Cell NO : +92 307 2128068 - +92 308 3502081



پی ڈی ایف (PDF) کتب حاصل کرنے اور واٹس ایپ گروپ «کتاب کارنر»
میں شمولیت کے لیے مندرجہ بالا نمبرز کے واٹس ایپ پہ رابطہ کیجیے۔ شکریہ

قطعات رباعیات
ترکیب در ترجیع بند
محمّد

طابع : سید اظہار الحسن رضوی
مطبع : مطبع عالیہ ، ۲۰/۵ ، حیدر نظامی روڈ ، لاہور



مطبوعات مجلس اديکار غالب
پنجاب روئو ريشي، لاہور

۶

قطعات، رباعیات ترکیبید، ترجیع بند محمس

میرزا اسد اللہ خان غالب

باہتمام

غلام رسول مہ

مجلس یادِ گارِ غالبؔ

★

صدرِ مجلسؔ

پروفیسر حمید محمد خان ستارہ پاکستان وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور
ستارہ امتیاز

ارکان

جناب عبد الرحمن چغتائی لاہور

مولانا غلام رسول مہر لاہور

پروفیسر ڈاکٹر سعید اللہ سابق صدر شعبہ فلسفہ اسلامیہ کالج رسول لائبریری لاہور

سید امتیاز علی تاج، سیکرٹری مجلس ترقی ادب لاہور

مولانا حامد علی خان، مدیر موسسہ مطبوعات فریملکن لاہور

کیپٹن عبد الواحد موسسہ مطبوعات فریملکن لاہور

ڈاکٹر جسٹس ایس اے رحمن سابق چیف جسٹس پاکستان لاہور

پروفیسر ڈاکٹر قاضی سعید الدین احمد صدر شعبہ امور طلباء پنجاب یونیورسٹی لاہور

گروہ کیپٹن سید فیاض محمود ناظم شعبہ تاریخ ادبیات پنجاب یونیورسٹی لاہور

پروفیسر ڈاکٹر سید عبد اللہ صدر دائرۃ المعارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور

ڈاکٹر شیخ محمد اکرام ناظم ادارۃ ثقافت اسلامیہ لاہور

پروفیسر اکرم محمد باقر، پرنسپل نیورسٹی اور نیشنل کالج و صدر شعبہ فارسی پنجاب نیورسٹی لاہور
سید قمار عظیم، غالب، فیسر اردو پنجاب نیورسٹی لاہور

سید وزیر الحسن عابدی، ریڈر شعبہ فارسی پنجاب نیورسٹی لاہور
جناب احمد ندیم قاسمی، مدیر مجلہ فنون لاہور

پروفیسر اکرم عبادت بریلوی، صدر شعبہ اردو پنجاب نیورسٹی لاہور
جناب صفدر میر، روزنامہ پاکستان ٹائمز لاہور

پروفیسر اکرم محمد اجمل، صدر شعبہ نفسیات، گورنمنٹ کالج لاہور
پروفیسر اختر اقبال کمالی، شعبہ انگریزی اسلامیکالج رسول ٹائمز لاہور
ڈاکٹر وحید قریشی، ریڈر شعبہ اردو پنجاب نیورسٹی لاہور
جناب انتظار حسین، روزنامہ مشرق لاہور

جناب اقبال حسین، شعبہ تاریخ ادبیات پنجاب نیورسٹی لاہور
مفت محمد

ڈاکٹر افتاب محمد خان، جوائنٹ لیکچرر زراعت، عاؤنشریہ کالج ملتان ڈی ایچ
ڈاکٹر عبد الباقی، کورس، ریڈر شعبہ فارسی پنجاب نیورسٹی لاہور

نائب محمد

سید سجاد باقر ضوی، لیکچرر انگریزی، نیورسٹی اور نیشنل کالج لاہور

پیش لفظ

مجلس یادگار غالب کا قیام پنجاب یونیورسٹی کے ایک فیصلے کے مطابق عمل میں آیا اور پروفیسر حمید احمد خاں صاحب اس کے صدر مقرر ہوئے۔ مجلس نے غالب کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے جو کتابیں شائع کرنے کا منصوبہ بنایا تھا انہیں میں غالب شناسوں کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

یونیورسٹی کے ایک اور فیصلے کی رُو سے شعبہ اردو میں گرسی غالب قائم ہوئی۔ میں مسرت کے ساتھ اعلان کر رہا ہوں کہ اس اسمی پر پروفیسر سید وقار عظیم کا تقرر کیا جا چکا ہے۔

(پروفیسر) علامہ الدین صدیقی

وائس چانسلر، جامعہ پنجاب

لاہور

مینٹ ہال

۱۹۶۹ء

نہج



فروری ۱۹۶۹ء میں مرزا غالب کی وفات پر ایک سو برس پورے ہوئے ہیں۔ اس موقع کی مناسبت سے پنجاب یونیورسٹی نے شاعر کی عظمت کے اعتراف کے طور پر نہج شعراء اردو میں ایک پروفیسر کی نئی اسامی (کریسیٹ) قائم کی ہے، بلکہ مجلس یادگار غالب کے تعاون سے ایک سلسلہ مطبوعات شائع کرنے کا اہتمام بھی کیا ہے۔ یہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

مجلس یادگار غالب کے قیام کی تحریک جنوری ۱۹۶۹ء میں ڈاکٹر آفتاب احمد خان نے کی۔ وہ مجلس کے پہلے معتمد اور سید سجاد باقر رضوی شریک معتمد مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر آفتاب احمد خان کے لاہور سے ڈھاکہ منتقل ہوجانے پر ڈاکٹر محمد بشیر کو راجن مجلس کے دوسرے معتمد قرار پائے۔

اواخر ۱۹۶۹ء میں جب ہمارا سلسلہ کتب طباعت کے مرحلے میں داخل ہوا تو صدر مجلس کو ڈاکٹر محمد باقر کی مسلسل اعانت اور مشورہ بھی قدم قدم پر میسر رہا۔ جن ارباب فکر و نظر نے مجلس کی درخواست پر اس سلسلہ کتب کی ترتیب تالیف یا تصنیف میں حصہ لیا ان میں سے ہر ایک کا نام متعلقہ کتاب کے سرورق

کی زینت ہے مجلسِ یادگارِ غالب کے ارکان کے ناموں کی پوری فہرست
اس کتاب کے شروع میں الگ شائع کی جا رہی ہے۔

مجلس کے سلسلہ مطبوعات میں سب سے پہلے مرزا غالب کی تصانیف آتی
ہیں جو اردو اور فارسی نظم و نثر پر مشتمل ہیں۔ یہ تصانیف نفسِ مضمون کی رعایت
سے یا موزونی ضخامت کا لحاظ کر کے مختلف جلدوں میں تقسیم کر دی گئی ہیں۔
ان سب کتابوں پر مؤلفین نے دیباچے لکھے ہیں اور حسبِ ضرورت حواشی کا
اضافہ بھی کیا ہے۔ نیز جہاں تک ممکن ہو سکا دستیاب وسائل کی مدد سے
ہر متن کی تصحیح کی ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ مرزا غالب کی تصانیف میں
سے کوئی کتاب نہ جائے چنانچہ ان کی بعض نگارشات جو مرورِ زمانہ
سے تقریباً ناپید ہو چکی تھیں، اب پھر اہل نظر کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہیں
دیوانِ غالب کا نسخہ حمید یہ، جسے صدرِ مجلس نے مرتب کیا ہے، ایک پہلے
فیصلہ کے مطابق مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور، کی طرف سے شائع ہو رہا ہے۔
غالب کی صرف یہی ایک کتاب مجلسِ یادگارِ غالب کی مطبوعات میں شامل نہیں
مرزا غالب کی تصانیف کے علاوہ مجلس کی مطبوعات میں وہ کتابیں
بھی شامل ہیں جن میں اس گیارہ روز گار کے شخصی، فنی اور فکری کمال کا احاطہ
کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو انگریزی دان لوگ اردو نہیں جانتے نہیں

غالب کے فکر و فن سے متعارف کرنے کے لئے ایک مفصل کتاب انجمنی زبان میں شائع کی جا رہی ہے۔ ایک اور کتاب میں غالب پر شائع شدہ مواد کے متعلق معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ پھر اس سوال کا جواب کہ ”میں نے غالب سے کیا پایا“ ایک تیسری کتاب کی بنیاد بنایا گیا ہے۔ اس میں متعدد غالب شناس حضرات کے ذاتی تاثرات جمع کئے گئے ہیں۔ اسی طرح ایک اور محبوبے میں گذشتہ ایک سو برس کی تنقید غالب کا خاکہ اقبالیات کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔

یہ کتابیں فروری ۱۹۶۹ء میں شائع ہو رہی ہیں۔ گویا ان کی تاریخِ امتحان سے مرزا غالب کی حیاتِ بعدِ ممات کی دوسری صدی شروع ہوتی ہے مجلس کو یقین ہے کہ اس دوسری صدی میں غالب کے قبولِ عام کی سرحدیں کچھ اور وسیع ہو جائیں گی۔ خدا کرے کہ دنیا کو ہندو اسلامی تہذیب کے آخری ترجمان سے روشناس کرانے میں مجلس کی یہ سعی راجگان نہ جائے

حمید احمد حسن
صدر مجلس یادگار غالب
جامعہ پنجاب، لاہور

سینیٹ ہال
فروری ۱۹۶۹ء

دیباچہ

میرزا غالب کے فارسی قطعات ، رباعیات ، نوحوں ، ترکیب بندوں وغیرہ کے اس مجموعے کی ترتیب چند ضروری گزارشوں کی متقاضی ہے ۔

۱ ۔ اس میں مندرجہ بالا اصنافِ سخن کی تمام چیزیں یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔

۲ ۔ قطعات و رباعیات میں کلیاتِ نظمِ فارسی کی ترتیب کو بدلنا اس لیے مناسب نہ سمجھا گیا کہ اول تو یہ ترتیب خود میرزا غالب نے مناسب قرار دی تھی اور اس میں ایک گونہ تبرک کا پہلو بھی ہے ۔ دوم کلیات ۱۸۶۳ع میں چھپا تھا ۔ جس ترتیب کو سو سال سے بھی زیادہ مدت گزر چکی ہے اور خوانندگانِ کرام اس سے متعارف چلے آ رہے ہیں ، اسے بدلنے سے متعارف شے ایک حد تک غیر متعارف بن جاتی ہے ۔ میرزا نے قطعات جن بڑے اور چھوٹے مخلوط رکھے تھے اور رباعیات میں حروفِ تہجی کی ترتیب ضروری قرار نہیں دی تھی ۔ یہ سب کچھ اسی صورت میں باقی رکھا گیا ہے ۔

۳ ۔ پیش نظر مجموعے میں سب سے پہلے کلیاتِ نظمِ فارسی کے قطعات ہیں ۔ اس کے بعد ”سید چیں“ اور ”باغ دو در“ کے قطعات ۔ آخر میں وہ قطعات ہیں جو کلیاتِ نثر میں جایا بکھرے ہوئے تھے یا کسی اور ماخذ سے ملے ۔ یہی طریقہ دوسرے اصنافِ سخن میں پیش نظر رہا ۔ اس طرح میرزا کی مختلف چیزیں یکجا بھی ہو گئیں اور یہ لحاظِ ماخذ ان کی مستقل حیثیت بھی قائم رہی ۔

۴۔ مختلف قطعات جن اصحاب کے لیے لکھے گئے تھے یا ان کا ذکر قطعات میں آیا تھا ، ان کے متعلق ضروری تصریحات کر دی گئیں تا کہ اول قطعے کے مطالب ذہن نشین کر لینے میں سہولت رہے ۔ دوم قناعے کا زمانہ تصنیف متعین ہو جائے ۔ ۵۔ جو قطعات تاریخی تھے ان میں سے بعض میں ایک گونہ پیدگی تھی ۔ ان کا حل حواشی میں درج کر دیا گیا ہے ۔ اس طرح مشکل الفاظ و تراکیب کی تشریح اختصاراً کر دی گئی ہے ۔

امید ہے خوانندگان کرام اس مجموعے کو چلے مجھ سے بے زیادہ جامع پائیں گے ، نیز اس کا مطالعہ نسبتاً سہل اور زیادہ دلچسپی کا باعث ہوگا ۔

۱۔ ایک ضروری نوٹ مولانا فضل امام کی تاریخ وفات کے متعلق رہ گیا ۔ اس کا خلاصہ یوں درج کیا جاتا ہے : تاریخ یوں نکلتی ہے کہ ”سایہ لطف نبی“ اور ”تذیل امام“ کے اعواد (۱۲۴۹) میں سے چہرہ ہستی یعنی ۵ کے پانچ عدد منہا کیے جائیں ۔ ۱۲۴۴ رہ جائیں گے اور مولانا کی تاریخ وفات ۵۔ ذی قعدہ ۱۲۴۴ (۹۔ مئی ۱۸۲۹) تھی ۔

قطعات

غالب از خاک پاکِ تورانیم
لاجرم در نسب فرهمندیم

ترک زادیم و در نژادِ همی
به سترگانِ قوم پیوندیم

ایبکیم از جاعده اتراک
در کمانی ز ماه دهچندیم

فنِ آبای ما کشاورز است
سرزبان زاده سمرقندیم

ور ز معنی سخن گزارده
خود چه گوئیم تا چه و چندیم

فیضِ حق را کمیند شاگردیم
عقلِ کل را بهیند فرزندیم

هم به تابش به برقِ هم لقسیم
هم به بخشش به ابر مانندیم

یہ تلاش ہے کہ بہت ، فیروزیم
یہ معاشیہ کہ نیست ، خرمندیم

بہم بر خویشی ہی کریم
بہم بر روزگار می خندیم

۱۔ اس نغمے میں میرزا نے اپنے نسب و حسب دونوں کا ذکر کیا ہے۔ نسب کا ذکر میرزا نے فارسی اور اردو نظم و نثر دونوں میں متعدد مقامات پر کیا ہے۔ بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ فارسی یا اردو کے کسی شاعر نے اتنی مرتبہ نسب کا ذکر شاید ہی کیا ہو۔ لیکن یہ محض ایک حقیقت کا اظہار ہے ، فخر کا مہنی نہیں۔ یہ ذکر بار بار غالباً اس لیے آیا کہ میرزا اپنے خاندان میں پہلے فرد تھے اور آخری بھی جو ، پشہا پشت کے ، شاعری سے قطع تعلق کرنے کے بعد شعر و ادب کے لیے وقف ہوئے ، ورنہ تنہا نسب پر فخر ان کے نزدیک بالکل بے معنی ہے۔ وہ تو خود کہتے ہیں :

خادم بسطن لاف نسب مسلک عام است
در لاف مسیحم چستایم اب و عم را
نام بسطن خائب و روشن ترم از روز
بیمورد چرا جلوه دہم اسم و علم را

ایک اور قصیدے میں فرماتے ہیں :

بلند بایہ سرا گرچہ من سخن منجم
ولیک پیشہ آبا بعالم اسباب
سپیدی بڈ و زافراساب نا پدرم
ہان طرہت اسلاف داشتند اعقاب
دلاوران نگری نا پشنگ پشت بہ پشت
بہ پیشکہ تو چون خویش را شوم تشاب

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

ساق چو من بشتی و افراسیابم
دانی کہ اصل گوهرم از دودہ جم ست

میراثِ جم کہ مے بود اینک بمن سپار
زین پس رسد بہشت کہ میراثِ آدم ست

آنم کہ درین یزم صریح قلمر من
در رقص در آورده سپہر ہمیں را

رضوان کند از ریزہ کلکم بہ تبرک
ہیوند گری نخلہ فردوس یں را

بر ناوکِ اندیشہ کہ از شست کشادم
بر رہ گزر وحی رہ افتاد کہیں را

(پہلے صفحے کا باقی حاشیہ)

من آن کسم کہ بتولیع مبداع لہٹاض
شعر قلمرو نظم درین جہان خراب
ہمے کتم بقلم کلر تیغ و ابن کاریست
شگرف و لغز و پستدینہ اولوالباب

قطعے کے آخری شعر میں فطری جوہروں کی بے پائی اور
زمانے کی قدر ناشناسی نہایت بدیع اور ہر ناظرِ اعجاز میں واضح
کر دی ہے ۔

بر محضر استادی من بسکه زلد مهر
بر خاتم جم بوده شود نقش لگیں را

با این همه آرایش گفتار که گفتم
از جبههٔ بخت نبود فاصله چیں را

بخت صلهٔ مدح و قبول محزلم لیست
تسکین به چه بخشم دل پنگامه گزین را

ور باتک زنی کان هم دادند به حافظ
گویم مجلس باد ولیکن چه شد این را

۲

منکران شعر من بان تا لگوئی حاصلد
کاین قیاس از چهر شان سامان نازم بوده است

رشد از کالا شناسی خیزد و آن مایه ایست
کاش باشد رشد ، کان را هم جوازم بوده است

ور بگوئی چون حسد نبود ، خلاف از چهر چیست ؟
گویم آرم این حقیقت را بجازم بوده است

خوبش را چون من ، مرا چون خوبش می دانسته اند
چون همی بینند کاین را سوز و سازم بوده است

لاجرم هر فکر خود هم اعتدای کرده اند
وین می دانند کآخر امتیازم بوده است

باغ و زندان را غنائے و غنائے داده اند
کوه و هامون را لشجی و فرازے بوده است

بے حیا نبوم معاذالله که گویم در جهان
ترو و سروے و کنجشکے و بازے بوده است

در تمیز از پایده" احباب کلیم ، کافرم
شیوة من آلفت و عرضِ نیازے بوده است

لیک در فطرت زہم بیگانه ایم و عیب نیست
آفرینش را بہ ہر یک پردہ رازے بوده است

نالہ" ناقوس ما و دوستان ، بانگِ نماز
نالہ" ناقوس و بانگِ نمازے بوده است

اضطرابِ بسل از ما ، توکتاز از ہم فنان
اضطرابِ بسلے و توکتازے بوده است

ما و درد و داغ ، ہم کارانِ ما و برگ و ساز
درد و داغے بوده است و برگ و سازے بوده است

دل اگر خام است باید کز فشردن نم دہد
وین بریزش نسبتِ دور و دوازے بوده است

نازم آن دل را کہ چون اجزای شمع از تابِ غویض
سوزد و ریزد فرو ، کلینِ بہترازے بوده است

این کہ افشارد و نم گیرلد ، مشنے یش نیست
وینکہ خود خون گردد و ریزد ، گدازے بوده است

غالباً دم در کشیدم ، وین ز عجزِ نطق نیست
طبع را از خود نمائی احتراز می بوده است

۵

هزار معنی سر جوشِ خاصِ نطقِ من است
کز اهلِ ذوقِ دل و گوشت از عسلِ بُردست
ز رفتگان به یکدیگر تو اوردم و داد
مندان که خوبیِ آرایشِ غزلِ بُردست
مراسمِ تنگ ، ولی فخرِ اوست کلان به سخن
به سحرِ فکرِ رسا جا بدان محلِ بُردست
مهرِ گمانِ تو اورد ، یقین شناس که دزد
متاعِ من ز نهانِ خاله ازلِ بُردست

۶

غالب درین زمانه به هر کسی که و اوست
مضمونِ غیر و لفظِ خودش بر زبانِ اوست
زین مایه از کجا که بنالد بهخوابش
هر گنجِ شایگان که بود رایگانِ اوست
کسی را ز دست بردِ خیالش نجات نیست
گر پیش از و گذشته و کر در زمانِ اوست

مضمون پر کرا خوش ادا می کند بہ لازم
گوئی بہ ازم اہل سخن ترجمانِ اوست
استا بہ کثیرِ حسنِ ادا نارسیدہ است
مے لرزد از نوب و دلم رازدانِ اوست
جز من کسی بہ دزدِ سخن وای نمی رسد
گو خوش بنوان کہ انجمنے مدح خوانِ اوست
آرے نہ چک بود ، نہ کسک ، زہر کہ ہست
نہ دستخط ، نہ مہر ، نہ لہم و نشانِ اوست
مضمونِ شعرِ لوت بود فی زماننا
یعنی بہ دستِ ہر کہ بیناد آنِ اوست

۷

اے کہ در ازم شہنشاہِ سخن رس گنتہ
کہ بہ ہر گوئی فلان در شعر ہم سنگِ منست
راست گفتم ، لہک مے دانی کہ لبود جائے طعن
کمتر از ہالگِ دہل گو لغہ چنگِ منست

۱۔ چک کی رقم بنک سے اس صورت میں ملے گی کہ اس پر دستخط یا مہر اسی کی ہو جس نے رقم جمع کرا رکھی ہے۔ کسک بھی صاحبِ کسک کے دستخط کا محتاج ہے۔ لیکن لوت کے لیے کسی سے بچھنے کی کچھ ضرورت نہیں، جس کے ہاتھ آ جانا ہے، اسی کا ہو جانا ہے۔

لیست نقصان یکہ دو جزو است از سوادِ رخشہ
کان دژم برگے ز خلستانِ فرہنگِ منست

فارسی بین تا بینی نقشہای رنگ رنگ
بگذر از مجموعہٴ آردو کہ پیرنگِ منست

فارسی بین تا بدانی کاندو اقلیم خیال
مانی و اورنگم و آن لسخہ ارتنگِ منست

کے درخشند جوہرِ آئینہ تا باقی است رنگ
صقلِ آئینہ ام این جوہر، آن رنگِ منست

ہان من و یزدان ، بنائے شکوہ پر سہر و وفات
تا نہ پنداری بہ پرغاشِ تو آہنگِ منست

دوست بودی ، شکوہ سرکردم ، ولے جرم تو نیست
کلین ہمہ پیداد بر من از دلِ لنگِ منست

بختِ من ناساز و خوے دوست زان ناساز تر
تا چہ پیش آید کنون با بختِ خود جنگِ منست

دشمنی را ہم نفی شرط است و آن دانی کہ نیست
از تو نبود نفہور سازے کہ در جنگِ منست

در سخن چون ہم زبان و ہم نوای من نہ ای
چون دلت را بہج و تاب از رشکِ آہنگِ منست

راست می گویم من و از راست سر نتوان کشید
ہر چہ در گفتار فخر تست آن لنگِ منست

مے فرستم تا نظر کامِ جہالدار این ورق
نامبر بادا اگر خود طائرِ رنگِ منست

دیدہ و سلطانِ سراج الدین بہادر شہ کہ او
آن شرر بیند کہ ہنہاں در رگِ سنگِ منست

جم چشم شاہے کہ دو ہنگامہٗ عرضِ سیاہ
می تواند گفت دارا را کہ سرہنگِ منست

انوری و عرق و خاقانی سلطانِ منم
ہادشہ طہمورت و جمشید و ہوشنگِ منست

شاہ می داند کہ من مداحِ شاہم ، ہاگ نیست
گر تو اندیشی کہ این دستان و نیرنگِ منست

از ادب دورم ز خاقان ورنہ در اظہارِ قرب
خطوہ و کامِ تو کوئی میل و فرسنگِ منست

بقطعِ این قطعہ زین مصرعِ 'مستوع' یاد و بس
ہر چہ در گفتارِ فخرِ تست ، آن رنگِ منست

۱ - 'مستوع' (بہ صم سم و بہ حج صاد و بہ کشیدہ را) بہ معنی
دارایِ مصراع -

۲ - اس مطلعے میں خطابِ شیخِ ابراہیم ذوق ہے ہے - غالباً شیخ
مرحوم نے کسی موقع پر بہادر شاہ ظفر کے رو پرو کہا ہوگا
کہ میرزا کا اردو مجموعہٗ 'کلام' تو مختصر سا ہے - میرزا نے
جواب میں روشن خاں کی پیش کر دیے -

فرست اگر ت دست دہد مغنم انگار
ساق و مغنی و شرابے و سرودے

زہار ازان قوم نباشی کہ فریضہ
حق را بسجودے و بی را بہ درودے

زابد ز طعنہ برق فوسم بجان مراد
نسبت مکن بہ زندقہ اے زشت خو! مرا

گوئی کہ با کلام بچیت رجوع نیست
دل تیرہ شد ز کلفتِ ابنِ گفتگو مرا

حق است مصحف و بود از روی اعتقاد
در عزتِ کلامِ الہی غلو مرا

بر صفحہ زان صحیفہ مشکین رقم بہ چشم
باشد لکو تر از خطِ روی لکو مرا

شیطان عدوست لیک ازان نامہ بر ورق
بخشد خطِ امان ز تہیبِ عدو مرا

دائم کہ امر و نہی بود در کلامِ حق
سیرابی نمی ست ازان آہو مرا

با این همه که در غم و بیج و غم و تعب
مرگشته دارد این فلکِ جنگجو مرا
برخاستست گرد ز سرچشمه حواس
وز حافظه کمانه می در سو مرا
لا تقربوا الصلوة ز تنهبتُم بخاطر است
وز امر یاد مانده کلو و واضربوا مرا

۱۰

ساقِ بزمِ آگهی روزی
راوی رخت در پیاله من
چون دماغم رسید زان صبا
شدم از ترکناز و هم ایمن
هم دوان سرخوشی حریفانه
بی محابا گرفتمش دامن
گفتم "اے محرمِ سرایِ سرور!
از ادب دور ایست پرسیدن
اول از دعوی وجود بگو"
گفت "کفر است در طریقت من"
گفتم "آخر محمود اشیا چیست؟"
گفت "ہے ہے، کی توان گفتن"

گفتش ”ہا مخالفان چہ کنیم؟“

گفت ”طرح بنائے صلح فکرن“

گفتم ”این حب چاہ و منصب چیست؟“

گفت ”دائر فریب ابرمن“

گفتش ”چیت منشأ سفرم؟“

گفت ”جور و جفاے اہل وطن“

گفتم ”آکنون بگو کہ ذہلی چیست؟“

گفت ”جان است و این جہالتش نن“

گفتش ”چیت این بناوس؟“ گفت

”شاہدے مست محور گل چہدن“

گفتش ”چون بود عظیم آباد؟“

گفت ”رنگین تر از فضای چمن“

گفتش ”سلسیل خوش یاشد؟“

گفت ”خوشتر نباشد از سوہن“

۱ - ہندوستان کے صوبہ ”بھار کا دریا جو کوہ ست پڑا کے مشرق حصے سے نکل کر شمالی و مشرقی جانب بہتا ہوا چار سو پینسٹھ میل کا فاصلہ طے کر کے عظیم آباد شہر کے قریب درہائے گنگا میں ملا ہے۔ انگریزی میں اسے ”سون“ (Son) لکھا ہے اور سکولوں کے کتابی جغرافیوں میں بھی عموماً سون ہی لکھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ میرزا اس کے باقی سے جہت متاثر تھے۔ چنانچہ اس کی ستائش کئی مقامات پر کی ہے۔ مثلاً ایک غزل میں فرماتے ہیں :

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

حالِ کلکنہ باز جسم ، گفت
 ”باید اقلیم ہشتمش گفتن“

گفتم ”آدم ہم رسد دروے ؟“
 گفت ”از ہر دیار و از ہر فن“

گفتم ”این جا چہ شغل سود دہد ؟“
 گفت ”از ہر کہ ہست ترسیدن“

گفتم ”این جا چہ کار باید کرد ؟“
 گفت ”قطعِ نظر ز شعر و سخن“

گفتم ”این ماہ بیکراں چہ کم اند ؟“
 گفت ”خوہانِ کشور لندن“

گفتم ”ایتان مگر دلے دارد ؟“
 گفت ”دارلد ، لیکن از آہن“

گفتم ”از بہر داد آمدہ ام ؟“
 گفت ”بگریز ، سو بہ سنگ مزن“

(پچھلے صفحے کا باقی حاشیہ)

جو اسکندر ز نادانی ، ہلاکِ آبِ حیوانی
 خوشناسوین کہ ہر کس غوطہ زد روی نش جان شد

بہر ایک رباعی میں کہتے ہیں :

خوشتر بود آبِ سوین ، از تند و لیات
 باوے چہ سخن ز لیل و جیہون و فرات
 این پاوۂ عالمی کہ ہندش نامند
 کوئی ظلمات و سوین است آبِ حیات

گفتم "کتنوں مرا چہ زبید؟" گفت
 "آستین بر دو عالم افشاندن"
 گفتش "ہاں گو طریقِ نجات؟"
 گفت "غالب بہ کریلا رفتن"

۱۱

چون مرا نیست دستگاہِ ستیز
 چون مرا نیست رسم و راہِ مصاف
 سی کشایم لیے جا یا ہای
 سی کشم خنجر زبان ز غلاف
 لیک در ہجو ہاہم امساک
 در شکایت نشاہم اسراف
 بندہ را بودہ است از سرکار
 دست 'مزد'ِ مشقتِ اسلاف
 زر سالانہ' برای دوام
 وجہ' شایستہ' بداندز کفاف

- ۱ - یہ قطعہ سفر کلکتہ کی یادگار ہے جہاں میرزا غالب م شعبان ۱۲۴۳ھ - ۲۰ فروری ۱۸۲۷ع کو پہنچے تھے اور تقریباً دو سال تو سہیئے کے بعد ۲ جمادی الاخریٰ ۱۲۴۵ھ - ۲۹ نومبر ۱۸۲۹ع کو دہلی وارد ہوئے۔

ملزم کردہ اند ، ہاں بہ دروغ
حق من خوردہ اند ، پس بہ کزاف

آہ از اقرباے بے آزارم
داد از حاکمانِ نا انصاف

۱۲

اے کہ خواہی کہ بعد ازین ہاشم
خلص صادق الولائے تو من

گر ترا شیوہ شاہدی بودے
کودھے جان و دل فدائے تو من

ور ترا پیشہ شاعری بودے
سودھے چشم و سر پہائے تو من

ور ترا بابہ خسروی بودے
سفتھے گوہر ثنائے تو من

چون ازینا ندای ، مرا چہ ضرور
کہ شوم پرزہ مبتلائے تو من

راست گویم ، چاہہ چند آرم
ناصر مشقتم برائے تو من

بسکہ بر مال و جاہ مغروری
لیستم خوش ازین ادائے تو من

چہ کئی ، این فسادِ سیم و زومت
 والے سن گر بوم بجائے تو سن
 بہ تو ہرگز نہ دادے زر و سیم
 خواجہ گر بودے خدائے تو سن

۱۳

ایا بے پھر دشمن دیوسار !
 چہ تازی بہنگامہ زور و زر
 ز ما ہاش فارغ کہ ما فارغیم
 ندارم بروائے این شور و شر
 ترا شیوہ دزدی و ما بینوا
 تو بد روئے و بدگوئے و ما کور و کر

۱۴

دیدنی آن بد گُہر و مہر و ولایت بہ ازید
 کہ بہ خشم آید اگر زشت و بلیدش گویند
 زانکہ او خود بہ سرِ این علیؑ تیغ نراند
 خواجہ از تنگ نخواہد کہ بزدش گویند

گفتم البتہ کہ شبیرؑ ہذاں می آرزو
کہ شہیدش بہ لویسمند و سعیدش گویند
گفت زان رو کہ عزیزان ہمہ مسلم بودند
نتوان کرد گوارا کہ شہیدش گویند

۱۵

ایا ستم زدہ غالب ز ہاکنس مسکلی
منہ ہمینہؑ بے کینہ از شکایت داغ
اگر بدصدر خلاف تو کردہ است ربوت
وگر بدعصم بدقتل تو بستہ است جناغ
فضا بنائے خرابی فگندہ ہم ز نخست
ندیدہ کہ ہاں عکس غالب ست ہلاغؑ

۱۔ اس طبع کا تعلق پنشن کے اس مقدمے سے ہے جس کی ابتدا میرزا غالب نے ۱۸۲۷ء میں کی تھی اور اسی سلسلے میں کلکتے کا سفر اختیار کیا تھا۔ کلکتے میں فیصلہ ہوا کہ اصل مقدمے کے حالات کی رپورٹ دہلی ریزیڈنسی سے آن چاہیے۔ رپورٹ کے پہنچنے میں تاخیر ہوئی تو میرزا خود کلکتے سے دہلی پہنچ گئے تاکہ صحیح رپورٹ نمکدہؑ بالا میں بھجوا دیں۔ پہلے ایڈورڈ کول بروک ۱۸۲۷ء سے ۱۸۲۹ء تک دہلی میں ریزیڈنٹ رہا اور میرزا کے عزیز دوست ابوالقاسم خاں نے کونسل ہنری اسٹاک سے کول بروک کے نام سفارش حاصل کر لی تھی۔ لیکن کول بروک ریزیڈنسی کے عہدے سے الگ ہو گیا اور (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

کردہ ای جہدے کہ دو ویوانی کاشانہ ام
چرخ در آرایش ہنگامہ عالم نکرد

گر بہ ہجوت رائدہ ہاشم لکنہ ہا ، بر خود میچ
زانکہ حرفے زالحہ گفتم ، خاطر خود نکرد

(پہلے صفحے کا بعد حاشیہ)

اس کی جگہ فرانسیس ہاکنس ریزلڈٹ منور ہوا ۔ میرزا ابوالقاسم
خان نے ہاکنس کے لیے بھی کراہیل ہنری اسلاک سے سفارش
خط حاصل کرنے کا انتظام کر لیا تھا ۔ لیکن کراہیل ہکلیک ہار
ہوا اور اسی بیماری میں مر گیا ۔ ادھر ہاکنس نے ، جو میرزا
کے حریف لوب شمس الدین احمد خان والمہ فیروز پور جھڑکا
کا دوست تھا ، کول بروک کی مراتبہ رپورٹ کو ، جو میرزا
کے حق میں تھی ، نظر انداز کر کے ایک نئی رپورٹ اوپر بیچ
دی ، جو نواب کے حق میں اور میرزا کے خلاف تھی ۔ میرزا
مطمئن تھے ، کہونکہ کلکتے میں اینڈریو اسٹرانگ نے ، جو عارضی
حور پرجہف سیکرٹری تھا ، حق زسی کا قصہ وعدہ کر لیا تھا ۔
تاہم ایفادات دیکھتے کہ ہاکنس کی رپورٹ ۳ مئی ۱۸۳۰ع
کو دہلی سے روانہ ہوئی اور ابھی اسٹرانگ کے روبرو پیش نہیں
ہوئی تھی کہ ۲۳ مئی ۱۸۳۰ع کو اس کا بھی انتقال ہو گیا
اور اس کی جگہ جارج سوٹن چیف سیکرٹری منور ہوا ۔ میرزا
نے اس کے لیے بھی سفارش کا انتظام کر لیا تھا ، لیکن وہ
ہکلیک ولایت روانہ ہو گیا ۔

فرانسیس ہاکنس کے خلاف تین الزام عاید کیے جاتے تھے :

- ۱۔ وہ رشوت لیتا ہے ۔
 - ۲۔ کام پر توجہ نہیں کرتا ، سیر و شکار میں مصروف رہتا ہے ۔
- (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

بیتے از استاد دیدم دوتکے بخشد یک
 بیچ در تسکین فیض و ز وحشت کم نکرد
 همچو تو ناقابلے در صلبِ آدم دبدہ بود
 زان سبب اہلِ ملعون سجدہ پر آدم نکرد
 حاشا للہ بودند در صلبِ آدم تہمت
 پاشد پر کس گفتم ای اندیشہ، باور ہم نکرد

۱۷

ایا زبان زدہ غالب کہ از حدیقہ بخت
 نمی رسد بہ تو غار و خسے ز بیچ سبیل
 چو لازم است کہ پروردگار تا دمِ مرگ
 بود بہ وزیِ ضرورتہ عباد کفیل
 چراست اینکه نداری زر از سیاہ و سپید
 چراست اینکه نیابی بر از کثیر و قلیل

(مطلعے صنفے کا بقیدہ حاشیہ)

۳۔ والی فیروز پور جھڑکا کا دوست ہے اور والی مذکور مدعے
 میں ایک فریق تھا۔

آخر میں یہ بھی واضح کر دینا چاہیے کہ ہاکس کے انگریزی
 تلفظ میں "ک" مکسور اور "ن" ماکن ہے۔ لیکن میرزا نے
 "ن" کو متحرک بالدا ہے۔ انگریزی اسماء کے سلسلے میں یہ
 تصرفات محض شعری ضرورت کا نتیجہ نہیں سمجھے جاسکتے۔
 اغلب ہے اہل ملک کی زبانوں پر یہ نام اسی طرح رواں ہو۔

فنا دہ دو سر این رشتہ عقدہ ورہ
 نہ مرده ای تو و نے رازق العباد بھیل
 ز چند سال ہمرگ تو و تباہی رزق
 شدت حکم خود از ہشکامہ وب جلیل
 فرشتہ کہ وکیل است بر خزانہ رزق
 نکرد هیچ توقف ہرزق دو تعطیل
 دوم فرشتہ کہ یادش بضر مقرون ہاد
 روا نداشت در اہلاک شیوہ تعجیل
 لطیفہ کلم از قول شاعرے تضمین
 کہ در لطیفہ مرا اورا کہے لبود عدیل
 "اگر خدایے بداند کہ زندہ ای تو ہنوز
 ہزار مہلت زندہ بر دہان عزرائیل"

۱۸

چون الف بیگ دو کہن سالی
 ہمرے ہالت سر بہ سر شمرہ
 نام او ہمزہ بیگ کرد ، بلے
 الف مٹنی بود ہمزہ

دارم ہر جہاں گویہ پاکیزہ نہادے
 کز بال ہر ہزاد بود موجِ ارم او
 سرست ادا چوں ہزمیں باز خرامد
 از خاک دمد خنجر ز بقدر قدم او
 چوں صورت آئینہ ز افراط لطافت
 آید بہ نظر بچہ او از شکم او
 ہر شیر ژبانے کہ بینی بہ بہستان
 دارد سر در یوزہ غرش ز دم او

(پہلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)

کے ایک رکن تھے۔ اس قطعے سے واضح ہے کہ خدا نے انہیں
 بڑھاپے میں فروزد عطا کیا اور انہوں نے میرزا سے درخواست کی
 کہ بچے کا نام قبول کر دیجیے۔ میرزا فرماتے ہیں :

”آئندہ دربارہ نام نہادن آن تو پیکر بر پرو روئے بہمن آوردہ و
 مرا اندرین کار ساینست“ خطاب اندیشیدہ اید ، بے زحمت فکر
 بنامے بہ خاطر ہوتو انداختہ و قطعہ در آن خصوص از دل
 بہ زبان رسیدہ است ، چنانکہ از زبان بہ قلم سپردہ می شود ۔
 یا رب این اسم لطیف پر مسموع مبارک آید و آن سعادت مند
 ہم در حیات شا بہ عمر شا رسد و پس از شا ہمال دراز بماند۔“
 آگے قطعہ لکھا ہے ۔ آخر میں فرماتے ہیں :

”بارانِ رحمت شا را بسیار یاد می کنند گاہی سرے بہ این ویرانہ
 ہم می توان کشید ۔“ (کلیات نثر فارسی صفحہ ۱۱۱ ، ۱۱۲)

گر جانورے مردہ پیند سرِ راسے
 از باکی طینت نخورد غیرِ غمِ او
 بر چہ کہ کنجشک بدوے باز سپارد
 در پرورشِ او نخورد جز قسیرِ او
 آری بود از غیرتِ اندازِ خرامش
 بر کیک و تفرود است اگر خود ستمِ او
 رخشندہ ادیمِ تنش از لطفِ زبانش
 کوئی بہ اثرِ تابِ سہیل است سحرِ او
 جوشِ کل و ہالیدیِ موجہٗ رنگ است
 دمِ لایہ کتلِ آمدنِ دہدیمِ او
 در عربدہ چون بند ز دمِ باز کشاید
 لرزد شکنِ طرۃٗ خوبان ز خمرِ او
 تا سہرہ کشِ صفحہٗ افلاک بود سہر
 بادا کفِ دستِ من و بہشت و شکمِ او

۲۰

اے کہ شایستہٗ آئی کہ ترا
 جم و نفنور و سکندر گویم
 چون نداری سرِ شاہی ناچار
 حاکم و والی و داور گویم

گفتہام مدح تو زین پیش و کنون
خواہم از گفتہ نکوتر گویم

باید اسال کہ چون ہار و ہرار
سخن غیر مکتور گویم

جلوہ روی دل افروز ترا
سہر یا مہر منور گویم

لعلہ قہر جہاں سوز ترا
برق یا شعلہ آذر گویم

لیک غم سخت گرفت است مرا
غم نکوم ، دم اژدر گویم

زان بہارم کہ بہالازہ شوق
مدح لتواب گورلو گویم

جائے آنست کہ چون غم زدگان
غم دل بہر تو یکسر گویم

کہ ز بے سہری کردوں نالہم
کہ ز ناسازی اختر گویم

چون نو دانی کہ چہ حال است مرا
از ادب نیست کہ دیگر گویم

گویم این سال مبارک ہادت
وہی دو صد سال برابر گویم

ہوا غیر فشانست و ابر گوہر بار
جلوسِ کلی بہرین چمن مبارک باد

ریاب نغمہ نواز است وئے کراہہ فروش
خروشِ زمزمہ در الجمن مبارک باد

بہ بزم نغمہ چنگ و ریاب اوزانی
بہ باغ جلوۂ سرو و سمن مبارک باد

ز شمعہا کہ بہ کاشانہ کمال برند
فروغِ طالعِ ازیابِ فن مبارک باد

ز بادہ پاکہ بہ میخانہ خیال کشند
طلوعِ شدہ اہلِ سخن مبارک باد

فضائے آگرہ جولانگرِ مسیح دمست
ز من بہ ہمنفسانِ وطن مبارک باد

چہ حرفِ ہمنفسانِ فترخی ز بختِ منست
ز بختِ فترخِ من ہم ہمن مبارک باد

۱۔ یہاں ”ہم وطن“ سے مراد ہم ملک سے کہیں بڑھ کر ہم شہر
ہیں، یعنی اہل آگرہ، کیونکہ میرزا کا اصل وطن آگرہ ہی
تھا۔ جہاں ان کے والد ماجد اور عم محترم اور غالباً جد امجد
بھی مقیم رہے، جہاں وہ پیدا ہوئے اور تربیت و تعلیم پائی۔

ہم بن کہ خستہ و زخمور بودہ ام ہمرے
لشاطِ خاطر و بیروے تن مبارک باد

ہزار ہا فزون گفتم و کم است ہنوز
کورنری ہم جس تاسن مبارک باد^۱

۱۔ جیمس ٹامسن (۱۸۰۳ء - ۱۸۵۳ء) - تعلیم مکمل کر کے ۱۸۲۲ء میں ہندوستان پہنچا اور صدر عدالت کلکتہ کا رجسٹرار رہا۔ بعد ازاں اعظم گڑھ میں مجسٹریٹ (۱۸۲۷ء - ۱۸۳۲ء) ، سکریٹری حکومت آگرہ (۱۸۳۷ء - ۱۸۴۱ء) ، حکومت ہند کا سکریٹری برائے امور خارجہ (۱۸۴۲ء - ۱۸۴۳ء) ، لفٹنٹ گورنر صوبہ غرب و شمال (دسمبر ۱۸۴۳ء - ستمبر ۱۸۵۳ء) ۲۹ ستمبر ۱۸۵۳ء کو اسے مدراس کا گورنر نامزد کر دیا گیا تھا۔ اسی روز بریلی میں فوت ہوا۔ اپنے عہد کے قابل انگریز عہدیداروں میں شمار ہونا تھا۔ خصوصاً قلم و نسق میں اس کی دست گاہ ، حکومت ہند کے نزدیک پر اعتبار ہے مسلم تھی۔

اس زمانے میں دہلی کا تعلق حکومت صوبہ غرب و شمال سے تھا اور تدم دہلی کالج کا انتظام بھی اسی سے متعلق تھا۔ کالج کے لیے فارسی کا نیا پروفیسر مقرر کرنے کا معاملہ پیش آیا تھا تو میرزا غالب کو بھی بحیثیت امیدوار اسی جیمس ٹامسن کے پاس جانا پڑا تھا۔ لیکن صاحب معمول کے مطابق پیشوائی کے لیے باہر نہ آئے تو میرزا یہ کہہ کر لوٹ گئے کہ ملازمت عزت و مرتبہ میں اضافے کے لیے قبول کی تھی، یہ غرض نہ تھی کہ پہلا اعزاز بھی ختم ہو جائے گا۔

میرزا نے ٹامسن کے ساتھ اس زمانے میں روابط قائم کر لیے تھے جب وہ حکومت آگرہ کا سکریٹری مقرر ہوا تھا۔ ”پہنچ آپنگ“ (کلیات نثر فارسی صفحہ ۱۸۹-۱۹۱) میں سب سے پہلے ٹامسن کے نام ایک فارسی مکتوب ہے جو اس کے خط کے جواب میں یہجا (بانی حاشیہ اگلے صفحے پر)

۲۲

ہو کجا منشور اقبالے ہدیہ آوردہ اید
نام مکثائن' بہادر زبیر عنوان دیدہ ام
در شبستانیکہ ہزم آراے عیش کوردہ اید
'زہرہ را زقاص و کیوان را انگہاں دیدہ ام

(پہلے صفحے کا ہفتم حاشیہ)

کہا تھا - پھر ایک مضمون غزل مکتوب کے ساتھ ارسال کی گئی
جس کا مطلع تھا :

تا بسوم نظر لب جمی لاسن اس
میزہام گلن و خارم گل و خاکم چمن است

یہ غزل کلمات نظم فارسی کے بہرہ غزلیات میں موجود ہے -

(کلمات نظم فارسی ، صفحہ ۵-۶-۷)

وہ گورنر مقرر ہوا تو یہ قطعہ ایک مکتوب کے ساتھ بھیجا گیا -

(کلمات نثر فارسی ، صفحہ ۵-۶-۷)

پھر اس کی مدح میں چھین شعر کا ایک قصیدہ کہا -

(کلمات نظم فارسی کا قصیدہ سی و ششم)

۱ - سر ولیم ہے میکنائی (۱۷۹۳ء-۱۸۳۱ء) صدر دیوانی عدالت کا

رجسٹرار (۱۸۲۲ء-۱۸۳۰ء) اسی دوران میں دھرم شاستر اور

اسلامی فقہ کے متعلق اپنی تصانیف ، نیز سماعت کی رویدادیں

بھی شائع کیں - لارڈ ولیم ہنٹک کے ساتھ شاہی ہند کا دورہ کیا

(۱۸۳۰ء-۱۸۳۲ء) رنجیت سنگھ کے ساتھ روہڑ میں گورنر جنرل

کی ملاقات کے وقت موجود تھا - پھر خفیہ ڈیپارٹمنٹ اور پولیٹیکل

ڈیپارٹمنٹ کا سیکریٹری (۱۸۳۳ء-۱۸۳۷ء) پھر لارڈ آک لینڈ

کے ساتھ دورے پر - رنجیت سنگھ اور شاہ شجاع کے ساتھ معاہدے

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

بر سامطے کالدرای محفل بد شب کستردہ اند
صبح زان شعل کلمہ بر فرق خاقان دیدہ ام

تاسی اورا در جہاں فرمانروائی دادہ اند
چرخ را از فتنہ انگیزی ہشیان دیدہ ام

(پہلے صفحے کا بقیدہ حاشیہ)

(۱۸۳۷ء) سفیر و وزیر حکومت ہند بہدرواہو شاہ شجاع -
الگریزی فوج کے ساتھ کابل - شاہ شجاع کو شاہ افغانستان بنا
دیا گیا - امیر دوست محمد خان نے اپنے آپ کو حکومت ہند کے
حوالے کر دیا - (۲ نومبر ۱۸۴۰ء) میکنائٹ کو حسن خدمات کے
صلے میں بمبئی کا گورنر مقرر کر دیا گیا - ۲۳ دسمبر ۱۸۳۱ء
کو میکنائٹ عام روایت کے مطابق امیر دوست محمد خان کے فرزند
ارجمند اکبر خان کے ہاتھ سے مارا گیا -

یہ قطعہ غالباً اس دور کا ہے جب میکنائٹ پولٹیکل ڈیپارٹمنٹ
کا سکرٹری تھا ، یعنی ۱۸۳۳ء اور ۱۸۳۷ء کے درمیانی
عرصے کا ہے -

یہی میکنائٹ ہے جس کے متعلق میرزا ایک فارسی مکتوب میں
لکھتے ہیں :

"روز شانزدہم از منی بود و وقت بر افروختن شمع و چراغ کہ
چہرانی سرور شدہ "اجنی دہلی رسد و نامہ "مہری ولیم فریدرک
یہادر بد من داد - چون ہمیزان نظر متعجبم گران ر ازاں بود
کہ آن را یک نامہ نواں انگاشت - کشودم و دیدم کہ نامہ "
"مہری ولیم مسٹر جے مکنائٹ صاحب یہادر دو نورہ آن است ،
مضمونش اینکہ کواغذ منتظمہ "مثل متلہ از نظر لواب معلی القاب
مکرر گزشت و فرمان صادر شد کہ تجویز پاکشی صاحب
منظور و "مہر و دستخط کاغذ کوزائدہ من زبان میوات اصلی و
بندوبست -"

مندرجہ ذیل سرکار نا معبرج و نامکمل لفظ شدہ در من لال :

در خالداں کسری ای عدل و داد باشد

(کلیات نثر فارسی ، جلد ۱۳۸)

هم به بزم صبح نشینانِ بساطِ عشرتش
مهر را پروانهٔ شمعِ شبستان دیدم ام

هم به جمع صبح خیزانِ دعاے دولتش
آسمان را از کواکب سجد گردان دیدم ام

هم به خلقت پیشوای مهر و رزان گفته ام
هم بدینش رهشای حق پرستان دیده ام

کارگاهِ دولتش را عالم آرا خوانده ام
شاخسارِ پیمش را میوه افشان دیده ام

سایه اش را طبلستانِ شتری دانسته ام
پایماش را گوشهٔ نیمین کیوان دیده ام

حرف من شعریں کہ ہا وے درمیان آورده ام
چشم من روشن کہ رویش باسدادان دیده ام

داورا! امیدگاہا! من کہ الفو عمرِ خویش
صحنی و بے سہری از گردونِ مراوانِ دیده ام

آن اسیرِ تیرہ روزستم کہ عمرے در جہان
آفتاب از روزنِ دیوارِ زندانِ دیده ام

لاغرَم زانسان کہ ہرگہ موجِ بیتابی ز دست
دل ز پہلو چوں مے از مینا نمایانِ دیده ام

بر نفس پیچد زوہشت دودِ سودا در سرم
بسکہ در شبہای غم خوابِ پریشانِ دیده ام

بعد عمرے کایں چنین بگذشت در پایانِ عمر
از نو نیروی دل و آسایشِ جان دیده ام

مدتی خون کرده ام دل را ز دردِ یکی
کز تو چشمِ التفات و رویِ درمانِ دیده ام

با تو می گویم مثالی، زانکه در عالم ترا
متدعا یاب و ادا غم و سختدانِ دیده ام

در بریشانی بدان مالم که گوئی بیش ازین
خویش را سرگشته در کوه و پیاپی دیده ام

تند باده می وزید ست الدران وادی کزو
خویشتن را دمیدم چون بید لرزانِ دیده ام

والدراں صحرائوردیا به شبهای سیاه
رختِ خوابِ راحت از خارِ مغلانِ دیده ام

با تو بیوستن چنان دالم که ناگهان بسوا
چشمه سار و سبزه زار و باغ و بستانِ دیده ام

باچنین بختی که من دارم عجب دارم که من
خویشتن را مستحقِ لطف و احسانِ دیده ام

ویم مسئولی است بر من، ولی چرا نبود که من
خود چه نومییدی ز گردشهای دورانِ دیده ام

یک دو پرسشی دارم و از لعلِ گوهریارِ تو
آرزو را تشنه کامِ پاسخِ آنِ دیده ام

عقدہ* خاطر پہاںا ہر تو خواہم عرضہ داد
چوں کشایں بے نو مشکل وز تو آسان دیدہ ام
از بہت فیض دم عسلی اگر جویم رواست
زانکہ رشح خامہ ات را آبِ حیوان دیدہ ام
زانہیت کنج گوہر گر طمع دارم بہاست
زانکہ دست را بہ ریزش اہر نیسان دیدہ ام
گر نہادم دل بہ بخشش ہائے ظاہر ، جرم نیست
کز تو کوناگون نوازش ہائے پنہاں دیدہ ام
ورنمودم با تو در خواہش فضولی ، عیب نیست
خویش را بر خوانِ افضالِ تو مہمان دیدہ ام
شادمان باش اے کہ در عہد تو دادم دادہ اند
جاوداں زی کز تو کار خود بہ سامان دیدہ ام

۲۳

ایا محرمہ فضائل کہ کا تو در نظری
نظار بہ شوکتِ دارا و کیقباد نیست

۱۔ اس قطعے کا تعلق میرزا کے معدیے کی اس اہل سے معلوم ہوتا ہے جو ولایت بھجی گئی تھی ، لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اس میں مخاطب کون ہے اور یہ کس زمانے کا ہے ۔ صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ یہ ۱۸۵۷ع سے پیشتر کا ہے ۔

بہ دیدہ سرمہ کشم از سواد نامہ تو
اگرچہ دیدہ شناسی آن سوادم نیست

تو اصل دانش و دانستہ کہ از کمال سال
ہمے تیم بہ گمنامے داد و دادم نیست

ہزار شیوہ گفتار و یک قبولم نے
ہزار ہستی کار و یک کشادم نیست

بہ صدر می رود این باز بر من ، بسم اللہ
ہمیں مراد میں است و جز این مرادم نیست

تو کردی و تو کنی کارم اعتقاد این است
بہ کارسازی بخت خود اعتقادم نیست

رسیدمے و ایامے تو سودمے سر عجز
بضاعت سفر و دستگاہ زادم نیست

مغید مطلب من پر کتابتے کہ بود
تو جمع کن کہ ہما زان سیالہ یادم نیست

اسید لطف تو دل می دہد ، بدیں شادم
و گرنہ تابِ صبوری ازین زیدام نیست

بہ ذوقِ قربِ زمانِ مراد بیتام
و گرنہ شورشِ تعجیلِ دو نہادم نیست

بہ نیم روز بہ لندن رساندے زورق
ولے چہ چارہ کہ فرماں بر آب و بادم نیست

ہے التفاتِ تو صد گونہ اعتمادِ هست
ولے شتاب کہ ہر عمر اعتمادِ نیست

۲۲

ایا خجستہ خصالی کہ رزقِ عالم را
کفیِ تو نا ہے قیامت کفیلِ خواہد بود
ہے پشتگرمیِ لطفِ تو ہر کجا کہ روم
طربِ رفیق و سعادتِ دلیلِ خواہد بود
خدمتِ تو ہے عرضِ حالِ یکسیم
خیالِ ہے کسیِ من وکیلِ خواہد بود

۲۵

اے نیلگوں حصارِ فلکِ بارگاہِ تو
وے بارگاہِ تو و حوادث ، حصارِ من
اے نیہارِ باغِ جہاں گردِ راہِ تو
وے گردِ راہِ تو ہر جہاںِ نیوہارِ من
اے در ثنائے خاطرِ معنیِ گزینِ تو
ہویاں ہر فوقِ خامہٴ معنیِ نکارِ من

وے یو توقعِ نکمہ حق شناسِ تو
نازاں بہ بختِ خویش دلِ حق گزارِ من

اے پردہ گردِ راہِ تو در معرضِ خرام
مشک و غیر ہدیہ بسجیب و کنارِ من

وے دادہ تابِ روئے تو در موقفِ سوال
از ماہ و مہر مژدہ بہ لیل و نہارِ من

اے طرۂ تو بندوے روئے نکوے تو
وے دامنِ تو قبلہٴ مشتِ غبارِ من

رویتِ بیاضِ صفحہ نگارِ عینِ ۱ تو
سویتِ سوادِ لاسہ لویسرِ یسارِ ۲ من

مہرِ تو در حیاتِ چارِ بساطِ من
داغتِ ہی از وفاتِ چراغِ مزارِ من

فصلِ بہارِ شعلہ ز رویتِ نہادِ من
لوحِ طلسمِ دود ز خویتِ دمارِ من

از تو کہ داد از تو و از روی و موئے تو
از من کہ وائے بر من و بر روزگارِ من

از دستہٴ دستہٴ سنبل و گلِ رختِ خوابِ تو
وز ہشتہ ہشتہٴ دود و شررِ بود و تارِ من

۱ - مدوح کی لیکھاں اور اچھا لیاں لکھنے والا فرشتہ ۔

۲ - مداح کی برائیاں اور بدھلیاں قلمبند کرنے والا فرشتہ ۔

نواب ذوالفقار بہادر کہ ہودہ است
یاد تو در مصائب فلک ذوالفقار من

۱۔ چتر سال ہند میہ کے خاندان کی ایک لڑکی آنسی لڑائی میں
بہ خاں ہنگش کے ہاتھ آگئی۔ باجی واڑ پشوا نے اسیران چنگی
کو چھڑانے کا انتظام کیا تو چتر سال نے اس لڑکی کو واپس
لینے سے انکار کر دیا، کیونکہ وہ مسلمانوں کے ہاں اسیر
رہ چکی تھی اور غالباً مسلمان ہو چکی تھی۔ پشوا نے اسے
اپنے محل میں داخل کر لیا اور اس خاتون سے اس درجہ مسحور
ہوا کہ ایک لمحے کے لیے بھی اس سے الگ نہیں رہ سکتا تھا۔
اس کے بیٹے کا نام شمشیر بہادر رکھا گیا، جو کھلم کھلا
اسلام کا دم بھرنے لگا۔ مریشوں نے شمشیر بہادر کو باندھ
بطور جاگیر دے دیا۔ پھر اس کا فرزند علی بہادر اول اس
جاگیر کا ناظم رہا اور اس نے مزید علاقے فتح کیے۔ علی بہادر
اول کا فرزند ذوالفقار بہادر تھا جس کی مدح میں یہ قطعہ ہے۔
میرزا سے ذوالفقار بہادر کا رشتہ بھی تھا۔ و شفق کے نام ایک
خط میں لکھتے ہیں:

”میرا ایک بھائی، ماموں کا بیٹا نواب ذوالفقار بہادر کی
حنیفی خالہ کا بیٹا ہوتا تھا اور مسند نشین حال (علی بہادر)
کا چچا تھا اور وہ میرا ہم شیر بھی تھا۔ یعنی میں نے
اپنی مائی کا اور اس نے بھوبھی کا دودھ پیا تھا، وہ باعث
ہوا تھا میرے والدہ و بندھیل کھنڈ آنے کا۔“

ذوالفقار بہادر کا انتقال ۱۸۴۹ء میں ہوا اور اس کا فرزند علی بہادر
دوم رئیس باندھ قرار پایا۔ اسی کے متعلق میرزا لکھتے ہیں:
غالب خدا کرے کہ سوار مسند لازم
دیکھوں علی بہادر۔ عالی گہر کو میں

ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں نے ریاست چھین لی اور
علی بہادر دوم اندور میں مقیم ہو گئے جہاں انھیں تین سو روپے
ماہوار پشن ملتی تھی۔ ۱۸۷۳ء میں وہیں انتقال کیا۔

دانی کہ دو فراف تو اے رشکِ مہر و ماہ
 روزم سید ترست ز شیبہاے تار من
 آنودہ دانت نہ کند روزِ باز پرس
 در خون تپیدنِ دلِ آسودار من
 خم خم شرابِ عربہ داری ، دگر چراست
 خاطر شکستن و نشکستنِ خارِ من
 خود در پوائے نامہ " ناز تو بودہ است
 گنجینہ پاشی کفرِ گوہرِ شہار من
 اے صد ہزار فصلِ ربیعِ نثار تو
 وے بشارِ مرگِ طبعی دو چار من
 اے از خیال و وہم قزوں اختیار تو
 وے از شہارِ خلقِ برونِ اضطرار من
 آرم بہ استعارہ دو مصرع ز استاد
 کردِ سر تو زندگیِ مستعار من
 "ہادم نمی کنی و ز ہادم نمی روی
 عمرت دراز باد فراموشِ کارِ من ،"
 باید نگاہ داشتن اندازہٴ ادب
 کوتاہ کتم سخن ، نہ فضولی ست کارِ من !

۱ - میرزا نے خود اس قطعے کا عنوان لکھا تھا :

"مدحِ سکاکی نواب ذوالفقار بہادر مستد آوائے بالہ ہمالہ از شکایت

فراموشی بہ رنگِ رنگِ گرمِ خوبی و گرمِ چوشی ۔"

۲۶

ما در بیخودی نظاره گزینست
تعالی شانه ، الله اکبر

له باهستے کہ در چنانی بینی
کل و رضان و شعتاد و صنوبر

عبت نام نورانی بنای ست
ز سیاه لکویان دلکشا تر

فضای در وے از فیض الهی
بساطے در وے از سحر پیچر

فضایش را صباھے جلوه بالا
بساطش را نسیمے روح پرو

صباحش چون دل عارف منزہ
نسیمش چون دمر غالب مغیر

نسیمش رنگ و بوے ہشت گلشن
صباحش آبروے ہفت کسور

نسیمش چون دمر عیسیٰ روان بخش
صباحش چون کف موسیٰ منور

صباحش را سرشت از غاڑہ حور
نسیمش را نہاد از موجر کوثر

صباحش را شہودے در مقابل
نسیحش را بہشتے در برابر

دمِ صبحش ز مہر آئینہ در کف
نسیحش از بہار ان کُحلہ در بر

دمِ صبحش بہ فیروزی مشتخص
نسیحش در دل افروزی مصتور

دمِ صبحش ضیاء الدین احمد
نسیحش ذوالفقار الدین حیدر

۲۷

آن پسندیدہ خوتے عارف نام^۱
کہ رُخش شمعِ دومانِ منست

از نشاطِ نگارشِ نامش
خامہ رقاصی در ہتانِ منست

آنکہ در یزم قرب و خلوتِ آئس
شمسگار مزاجِ دانِ منست

زورِ بازوے کاسرائیِ من
راحتِ روحِ ناتوانِ منست

۱۔ یہ نظم، زین العابدین خان عارف کی مدح میں ہے ۔

ہمنفس گشتہ در ستایش من
 بہ مسیحا کہ مدح خوان منست

بہ تو لا فداے نام علی ست
 چون نباشد چنی کہ جان منست

۴۴ بروے تو سائلم مائل
 کای کل باغ و بوستان منست

ہم ز کلک تو خوشدلم خوشدل
 کل نہال نمر نشان منست

سود سرمایہ کال منی
 سخت کج شایگان منست

جائے دارد کہ خوش را نازی
 کہ ظہور تو در زمان منست

جائے دارد کہ خوش را ناوم
 کہ فلانے ز پروان منست

بہ یقین دان کہ غیر من نبود
 گر ظہیر تو در کان منست

جاوداں باش ، اے کہ در گیتی
 سخت عمر جاوداں منست

اے کہ میراث خوار من باشی
 اندر آردو کہ آن زبان منست

از معانی و مبدی فیاض
یاد آن تو، هر چه آن مست

۲۸

اے کلکِ تو در معرضِ تحریر، گهرِ باش
وے تیغِ تو در موقتِ پیکار، سرافشان

اے کوئے تو چون عرصهٔ گلزارِ فرح بخش
وے دستِ تو چون پنجهٔ خورشیدِ زرافشان

اے بوئے تو بر مغزِ صبا، غالیهٔ پیا
وے غشمِ تو در پیمینِ جاںِ شرور افشان

در روزگه از پیرِ تو صفا منزل
در روزگه از جودِ تو کفها گهر افشان

در محکم، از عدلِ تو جانها طرب آباد
بر سائده از فیضِ تو لبها شکر افشان

در شوقِ تو با خویش کتم عهد که بان دل
چندانکه توانی به طلبِ بال و پیر افشان

در پیرِ تو بردیده زخمِ بالنگ که بان چشم!
گر خون نبود از سزه لعلِ جگر افشان

آها چه شد آن پدید که بر دلم از دست
بارے چه شد آن غل که بودی نیر افشان

جاوید بمان نازه و چون نخل بهاری
چندان که مهر بیش رسد بیشتر ایشان
هم بوی نشاط از گل ذوق سخن انگیز
هم گردد کساد از رخ جنس پیر ایشان

۲۹

ای که والای متاع سخن
میتوانی که در نظر سنجی

کنج قارون رود به پاسنگی
هر کرا پاید پیر سنجی

پاید فضل من گرایش قسمت
بس بود که خود این قدر سنجی

دایم بیش آویز کرامت
بار احسان خویش گر سنجی

بو که از ساز لطف زمزمه
به نوا سازی اثر سنجی

این نخواهم که در ستایش خویش
بیکرم و به سیم و زر سنجی

هر خریدار عرضه ده گهرم
تا بوم سود در گهر سنجی

اے آن کہ خود بہ مسرور ہے پروری مرا
از غیبِ مزدِ کار تو اجرِ عظیم باد

راے تو در زمانہ بد اضافے کارہا
با اہتمامِ سپہرِ سعادت سپہ باد

در صبحِ دولت تو زنگھارے رنگ رنگ
دائمِ شامِ دہر رہیں شمعِ باد

آن دم کہ مردہ را بہ اثر زلزلہ ساختی
در باغِ طائر تو بجائے شمعِ باد

باشند آبِ گر بہ ریتِ جہرِ دفعِ گرد
بر فطرہ زان محمولہٗ دُرِ یتیم باد

بر صیغہٗ کہ وضعِ وے از چہرِ امرِ تست
فارغِ ز تنگِ زحمتِ تقدیمِ سیم باد

۱ - ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں نواب یوسف علی خان فرمانِ رواے
رام پور نے انگریزوں کی جو خدمات انجام دی تھیں، ان کے
صلے میں دوسرے اعزازات کے علاوہ نواب مرحوم کو ضلع
مراد آباد سے کاشی پور کا علاقہ دیا گیا تھا جس کی آمدنی آس
زمانے میں ایک لاکھ چار ہزار چار سو تھی۔ یہ قطعہ نہایت
اُسی عطیے سے متعلق ہے۔

کو چهر خویش نیز دعاے آتم چه باک
این نغمه هم گزیده طبع سلیم باد

آزاده ام خلوص وفا شیوه من است
راهم ورائے مسلک امید و بیم باد

چون زبرویکه بر خط جاده ره رود
بیوسته سحر من به خط مستقیم باد

مانند فکر من رخ بخت تو دلفروز
مانند کلک من دل دشمن دولیم باد

بابسته زمان و مکان ایست درد مند
گر خود رود به کعبه برین در مقیم باد

شادم به کنج امن و نکویم که بنده را
خشته ز زور خالص و خشته ز سیم باد

مقصود از لباس بهان پوشش تن است
پوشش گویا از حریر نباشد ، گلیم باد

بالجمله این سه بیت که سر جوش فکرت است
در خورد لطف خاص و عطاے عیم باد

تسواب مهر مهر منوچهر چهر را
حاصل جلال یوسف و قرب کلیم باد

چون غنچه که پهلوی گل بشکفت به باغ
ملک جدید شامل ملک قدیم باد

بردم ترا به خلوتِ راز و به یزمِ آلس
روح الامیں مصاحب و غالب ندیم باد

۳۱

فرزاندِ بکالہ اہمستون بہادر
کاموخت دانش از وے آئینِ کاردانی

در عقلِ نشاطِ زہرہ بہ لقمہ سنجی
بر گوشہٗ رباطش کیوان بہ پاسبانی

اے شمعِ یزمِ صورتِ روے تو در فروزش
وے موجِ بحرِ معنیِ راے تو در روانی

دائم کہ مے شناسی کالدرِ قلمرو بہند
کس در سخن نہ دارد چوں من گہرِ فشانی

از غم چنان ستویم کاینگِ نمائد با من
تلبِ سخن طرازی، نیروے مدحِ خوانی

اگنوں در آتشِ غم با داغ ہم نشیم
در لطفِ بود زین پیش با شعلہ ہم زبانی

سوزان چو شمع بودن دانی کہ مے توانم
داغ از دلم زدودن دائم کہ مے توانی

در آتشِ بیگن تا سوہر بسوزم
گر خود بے گرائی کابی را فروفتانی

از حضرت شہنشاہ خاطر نشان من بود
در مُزدِ مدحِ سنجی صد گولہ کُسرائی

ناگہ ز تند بادے کانِ خاست در قلمرو
بر ہم زد آن بٹا را بمرنگ آہانی

در وقتِ فتنہ بودم غمگین و بود با من
زاری و بیوئی ، پیری و ناتوانی

حاشا کہ بودہ باشم باغی بہ آشکارا
حاشا کہ کردہ باشم ترکِ وفا نہانی

از تہمتے کہ بر من بستند بدسگالان
حکام راست با من یک گولہ سرکاری

در پریم ازین غم جز مرگ چارہ نہ بود
خود بہر گشتے من بودے اگر جوانی

دارم شگرفِ حالے از مرگ و زیست بیرون
جان گرچہ بہت شیریں ، تلخ است زندگانی

روئی قزائے ملکی در معدلت طرازی
امید گلِ خلقی در منفعتِ رسانی

ز آن ہم کہ از تو در دل نومید گشتہ باشم
ہیچ آرزو ندارم جز مرگِ ناگہانی^۱

۱ - سرچارج فریڈرک ایڈمنٹسن (۱۸۱۳ء-۱۸۶۳ء) پہلے علانہ
(باقی جاشید اگلے صفحے پر)

۳۲

اے خداوند ہرمنظرِ ہرور پرور !
مہر دیدار ، فلک مرآۃ ، سیمل یثن !

ہر چہ از جاہ فریدوں شمری تا ہوشنگ
ہر چہ از شوکتِ کسوی لکری تا چمن

شود انس تذکرہ چون لفظِ مکرر بیکار
رود آہجا کہ ز ارتابِ شکوہ تو سخن

بہ اسید تو ام از یاریِ اختر فارغ
در بناؤ تو ام از گردنِ گردوں ایمن

(بندِ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ماورائے ستلج کا کمشنر مقرر ہوا ، پھر فنانشل کمشنر (۱۸۵۳ع)۔
حکومت ہند میں امور خارجہ کا سیکریٹری (۱۸۵۵ع) ، پھر
لفٹنٹ گورنر صوبہٴ عرب و شمال (جنوری ۱۸۵۹ع - فروری ۱۸۶۳ع)۔
نیز دیکھیے قصیدہ نمبر ۴۴ (کلیات نظم فارسی) جو سارچ یا
اپریل ۱۸۵۹ع میں انجمنستان کے لیے کہا گیا تھا ، جب وہ
صوبہٴ عرب و شمال کا لفٹنٹ گورنر مقرر ہو گیا تھا ۔

۱۔ سیمل یثن (۱۸۱۶ع - ۱۸۸۰ع) مختلف عہدوں پر مامور
رہنے کے بعد ۱۸۵۳ع میں ہوم سیکریٹری اور ۱۸۵۹ع میں
قانون سیکریٹری مقرر ہوا ۔ ۱۸۶۰ع سے ۱۸۶۲ع تک - ہریم
کونسل کا رکن رہا ۔ آخر میں ہنگال کا لفٹنٹ گورنر قرار پایا
(۱۸۶۲ - ۱۸۶۷ع)۔ یہ قطعہ بلاشبہ اس زمانے کا ہے جب وہ
قانون سیکریٹری تھا ۔

مسکن من به جهان صورت مدفن دارد
به زمین بسکه فرو برد مرا یارِ سخن

آن کرم پیشه پرنسپ ، دگر آن استرنگ
آن جسم ناسن و ماذک و حے مکنائی

بسمه را بود بدین خسته جگر ، در هر وقت
خمراندن از رافت و از راه کرم پرسیدن

حیف باشد که ز الطاف تو ماند محروم
مسجو من بنده دیرین و بیک خوار کهن

لالم از غم که نه شایسته و درخور باشد
خاص در عهد تو لاکمی و لومیدی من

۴۳

جان جاکوب چادر که ز یزدان دارد
خوبی خوی و فروزندی جوهر رای

طالعش حوت بود تا به نظرگاه کمال
مشتري سوس سعادت بودش راهنای

به حمل مهر درخشان و عطارد بادے
چون دیرے که بود پیش شهنشاه بهای

به سوم خانه که ثور است مه و زهره و رأس
آن یکی در شرف خویش و دگر خانه خدای

به نهم خانه ذنب عقده طراز و برجس
 به قوی پنجمی از کار ذنب عقده کشای
 دلو کان زایل ساقط بود از روست حساب
 کرده سرخ و زحل هر دو دران زلویه جای
 مهر در ساقط مایل شده شمال طراز
 ماه در زایل ناظر شده آئینه زدای
 هر دو لیر ز شرف یافته اقبال قبول
 هر دو کوکب ز خوشی آمده اندوه ربای
 زهره و ماه چم فترخ و فترخ تر ازان
 که شود رأس بدین فوخی اندازه قزای
 ماه و تاپید به تسدیس به طالع نگران
 زده برجس به تثلیث در سهرگرای
 لقا کلفت حسین ز طالع ساقط
 چشم بد دور ازین طالع عالم آرای
 آن که این اختر مسعود نکارد غالب
 چهر تعریر مداد آورد از ظل پای

۳۲

ایا به کوشش و بخشش رئیس ملت و ملک
 ایا به دانش و بینش مدار دولت و دین

غبارِ راه ترا آفتابِ ذَره نشان
لواے چله ترا روزگارِ سابه نشین

به داستانِ توشه در سیاه رائد زبانی
بر آستانِ توم در سجود سوده چینی

هم از روانی حکم تو در دل اندیشم
که خاتمِ تو ز الهام تیغ داشت نگین

هم از بلندی جاء تو در نظر دارم
که منظر تو ز سطحِ صیقل یافت زین

کشاده لب به امان چرخ تا کشیده کمان
کشیده رخت به خون فتنه تا کشاده کین

هم از ثنائی نو دارم سر ستایشِ خویش
سخن شناس چنان و سخن سرائی چنین

متم بدهر که این از وجود لوح و قلم
به خامه شیوه تحریر کرده ام تلقین

قلم ز نسبتِ دستم نهالِ روضه خداد
ورق ز صنعتِ کلکم نگار خالده چینی

دلخیز خزینه رازِ دو عالم ست ولی
ز بے زبانی خویشم به گنجِ راز این

نبشته ام به ثنائی شمع ستاره شعله
قصیده که ز خوبی بود بدان آیین

کہ گر بہ شاہ دہی، شد گہاں کند کہ وزیر
 بروے تخت فرودخت ز آستین بروی
 قصیدہ کہ گرش بر گزشتگان خوانند
 ز ہم فغانِ نو آیں ترانہ پیشین
 کمال را بہ عناد از نفس چکد زہراب
 ظہیر را ز حسد در جگر خلد زوہیں
 چہ خوش بود کہ بوی پیش شاہ و عرضہ دہی
 کہ اہت پیشکش شاہ سلکِ درِ مہیں
 حریفِ بخشش شاہم، ولے پس از انصاف
 نوازشِ صلہ خواہم، ولے پس از تحسین
 آمیدِ جائزہ و چشمِ آفریں دارم
 ز ہادشاہِ سخن رس ہم آن خوشاست و ہم این
 سخن دراز شد، این پردہ تا کجا منجم
 گرفتہ آن کہ دل از کف برد نواے حزین
 دگر ز جہرِ ہلاکے تو و سلامت شاہ
 ز من نواے دعاہی و ز روزگار آہی

۱۔ ”ہایغ دو در“ میں میر احمد حسین میکش کے نام میرزا کے تیسرے فارسی مکتوب شائع ہوئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ میکش ۱۸۵۵ء میں دہلی سے رام پور پہنچا۔ وہاں ملازمت مل گئی۔ بیس روپے تنخواہ مقرر ہوئی۔ میکش نے اس پر ضاعت نہ کی اور لکھنؤ پہنچ گیا۔ وہاں اس نے کوشش کی کہ کسی (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

۳۵

چار در چمن انداز گل فشانی کرد
 بشاعر غزل کشتا کمر مبارک باد
 زمانہ ہزم طرب را ز انجم آئیں بست
 طلوع مہر و فروغ سحر مبارک باد
 عروس ملک بہ آرایش دوام جہاں
 بہ شاہزادہ فخر گہر مبارک باد
 بہ یور شاہ جوان بخت در سلامت شاہ
 نشاط فتح و نوید ظفر مبارک باد

(پہلے صفحے کا باقیہ حاشیہ)

ذریعے سے میرزا کا کوئی قصیدہ واجد علی شاہ کی مدح میں پیش
 کر کے صلہ نمایاں حاصل کر لے۔ میرزا کے پاس قصیدہ تیار تھا۔
 (کلیات نظم فارسی کا قصیدہ نمبر ۱۵) آخر میرزا نے لکھا
 کہ یہ قصیدہ قطب الدولہ کے ذریعے سے پیش ہو۔ قطب الدولہ
 کے نام ایک مکتوب اور ایک قطع بھی بھیجا جس کا چلا شعر
 یہ ہے:

ایا بہ کوشش و جہنم راہبر ملت و ملک
 ایا بددانش و ینش مدار دولت و دین

پھر قصیدہ بھی بھیج دیا جسے قطب الدولہ نے پارکھن خسروی
 میں پیش کر دیا۔ مولانا ضمیر نے وہ قصیدہ پڑھا۔ واجد علی
 شاہ نے قطب الدولہ کو حکم دیا کہ کسی دوسرے موقع
 پر یاد دلانا، تا کہ شاعر کے لیے صلہ تجویز کر دیا جائے۔
 (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

دگر یہ شہر چنیت کشانی سوکھ خاص
زدند کل بہ سر و گزر مبارک باد

شہر فرشتہ سپہ شد سوار، نیست عجب
کہ بشنوند ز دیوار و در مبارک باد

غبارِ واہ گزرِ نرمنہ* سلیمانی است
صفائے آئینہ ہائے نظر مبارک باد

صلائے عام تماشاے جشن جمشیدی
بد عہد خسرو جمشید فر مبارک باد

(پہلے صفحے کا بقہ حاشیہ)

ابھی کچھ طے نہیں ہوا تھا کہ قطب الدولہ اور اس کے دوسرے ہم مشرب دوبار سے نکال دیے گئے۔ یہ ۲ جون ۱۸۵۰ء کا واقعہ ہے۔ لیکن قطب الدولہ نے نکلنے کے بعد قصیدہ مع عرض داشت میرزا کے پاس دہلی بھیج دیا اور انہوں نے دوبارہ وہ قصیدہ مع عرض داشت نواب محمد علی خان بہادر عرف میرزا حیدر کے پاس ارسال کر دیا۔ (کلیات نثر غالب (فارسی) صفحہ ۲۲۰-۲۲۱)

قطب الدولہ اور اس کے ساتھی گوتے تھے اور فن موسیقی میں مہارت ہی تھی بدولت واجد علی شاہ کے مصاحب بن گئے تھے۔ قطب الدولہ کا وطن دہلی تھا، جہاں اس کے خاندان کے بعض افراد کچھ عرصہ بیشتر تک دہلی میں موجود تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا بیان ہے کہ ان میں سے ایک شخص عارف کو مسیح الملک حکیم اجمل خان نے مالیر کوٹلہ میں ملازم رکھوا دیا تھا۔ اچھے بہادر شاہ کی غیر مطبوعہ ٹھہریاں یاد نہیں۔ مطبوعہ قطعے کے شعر انیس ہیں اور میرزا نے اصل قطعے کے شعر ستائیس بنائے ہیں۔ اغلب ہے باقی شعر نظر ثانی میں حذف کر دیے گئے ہوں۔

نه اہل شہر رضا جوی شہریار خود دلہ ؟
بلے بہ یک دگر از یک دگر مبارک باد

بہ من کہ از ستر چرخ تیز گرد مرا
کم است ساز طرب ، بیشتر مبارک باد

بہ روئے چتر ز بالا ہمے نشاند مشک
بہ بوئے گل ز ہوا ہال و ہر مبارک باد

بہ دیدہ بینش و بینش بہ جلوہ کام رواست
بقائے پادشہ دیدہ ور مبارک باد

عطائے شاہ بہ نزدیک و دور یکسان است
ازین نشاط بہ 'دورانِ خیر' مبارک باد

چو شد آثار شہشہ قبول دیگر یافت
بہ سہر ارزش لعل و کُشہر مبارک باد

بہ پادشہ نظرِ الحیم و بہ الحیم چرخ
شہار کثرتِ ذوقِ نظرِ مبارک باد

ہر آنچہ درد و جہاں دست ماہی' ناز است
بہ قبلہ' دوجہاں بوظفرِ مبارک باد

لوای و ہرچم و اورنگ و چارباغِ ناز
نگین و تیغ و کلاه و کمرِ مبارک باد

دگر خطابِ زمیں بوس ہالہ از نفسش
شرف بہ غالبِ آشتہ سر مبارک باد

بلند نام چہاں داورا بہ ہفت اقلیم
طراز مکہ' نامت بہ زور مبارک باد

ترا بقا و بقا را سعادت ارزانی
مرا دعا و دعا را اثر مبارک باد

۳۶

دیدہ ور یوسف علی خان کز فروغِ رائے او
سہرِ ناہان برد قسطِ فیض و من ہم یاقم
از ولی عہدش سخن رانم کہ چون ماہِ منیر
طلعتش را دیدہ روشن ساز عالم یاقم
وان دگر فرزاندِ فرزندِ فرہ مندش کہ بہت
کو کیمے کش در دل افروزی مستم یاقم
خواست تا سازد بہ آئینِ بہمنش کہ خدا
شاد گشتم چون خبر زین جشنِ اعظم یاقم

- ۱۔ اس قطعے کا تعلق شہزادہ جوان بخت کی شادی سے ہے۔
مولانا عریس نے دہلی اردو اخبار کی اشاعت ۱۱ اپریل ۱۸۵۲ء
مطابق ۲ جمادی الاخریٰ ۱۲۶۸ء کے حوالے سے تحریر فرمایا کہ
۲۔ مارچ ۱۸۵۲ء کو رسمِ مہاجی ادا ہوئی۔ ۳۔ مارچ کو
شہزادے کے مہندی لگی۔ یکم اپریل کو ہرات روانہ ہوئی۔
۴۔ اپریل کو وداعِ عروس عمل میں آئی۔ ولی داد خان بہادر
(والد مہاجد عروس) نے جو جہیز وغیرہ دیا، وہ بھی "زائد از
مخلیہ" خاص و عام تالیف و بود۔" یہ قطعہ اسی موقع پر لکھا
گیا تھا۔

بہرہ بُردم در تصور زان ہائوں الفہم
بسکہ در خود طاقتِ رنج سفر کم یافتم

بزم طویٰ فتحِ حیدر علی خان را بدیدم
خوشتہ و خستہ تر از بزمِ کے و جہ یافتم

سالِ این دولت فرا شادی بہ اسماعیل نظر
مشتری با زہرہ در طالعِ لہرام یافتم

۳۷

چار ہند کم نازند برشکالِ آن را
بس از دو سال بر اہلِ جہانِ مبارک باد

بہ باغ و کشت و بیابان و کوہ سر تا سر
سحاب و سبزہ و آبِ روانِ مبارک باد

۱۔ اس قطعے کا تعلق نواب میر یوسف علی خان والی رام پور کے دوسرے صاحب زادے سید حیدر علی خان کی شادی سے ہے، جو ۱ ذی حج ۱۲۴۵ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۸۶۱ء کو ہوئی تھی اور میرزا کو بھی اس میں شریک ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ وہ شریک نہ ہو سکے تاہم نواب یوسف علی خان نے ”برخاوص روایط اور قلندر و سوزت کی بنا پر میرزا کے لیے دہلی میں نورہ و غنیمت پہنچانے کا انتظام کر دیا۔ قطعے کا تعلق اس نواب مرحوم کی اسی نوازش سے ہے۔ اس میں ولی عہد سے مراد نواب کلب علی خان مرحوم اور ”وان دگر فرزند فرزند فرہ مندش“ سے مراد صاحبزادہ سید حیدر علی خان ہیں۔ ”مشتری“ اور ”زہرہ“ کے اعداد میں ”طالع“ کے اعداد شامل کر لینے سے تاریخ نکلتی ہے۔

گزشت عهدِ موم و وزید بادِ خنک
ز جان به تن دگر از تن به جان مبارک باد

اگرچه رحمتِ عام ست لیک بالاختصاص
به رام پور کران تا کران مبارک باد

ز برگ برگ نمستان که گردِ آن شهر است
رسد به گوش چنان کز زبان مبارک باد

ز انبساطِ بُر است آن چنان که از رگِ ابر
به جایِ قطره ترلود بهان مبارک باد

سیس بهداد گوایم که اهلِ دانش را
شود بر آئند خاطر نشان مبارک باد

خود ابر و باد به کیتی ز دیر باز نه بود
عطیه ایست که بر همگنان مبارک باد

معاف باشم اگر خود ز خویشتن بُرسم
به رام پور خصوصاً چنان مبارک باد ؟

چو رام پور بود وجهِ تازه رونی دهر
ز هر چه این همه گل کرد آن مبارک باد

ز لُبِضِ همتِ فرمانروایِ آن شهر است
که وردِ خلق بود بر زبان مبارک باد

ظهورِ میمنتِ کتخدائیِ فرزند
بران رئیسِ سپهر آستان مبارک باد

کہ مہمانِ حق است آن و ما ظہیرِ او
نژادِ مائدہ پر مہمانِ مبارک باد

بہ جیب و دامنِ مردم ز بخششِ ثواب
مقامِ خاصہٴ دریا و کانِ مبارک باد

کشایشر در گنجینہ والگہ از درِ گنج
بدرِ شقائقِ پامیانِ مبارک باد

بہ طالبانِ زر و سیم ، سیم و زرِ قترخ
بہ سائلانِ تہی کلمہ ، نانِ مبارک باد

بہ من کہ تشنہ لبِ ہادہ ہاے پر زورم
از آن میانِ دوسہ رطلِ گرانِ مبارک باد

مکوز شادیِ اہلِ زمیں کہ می گویند
فرشتگانِ بلند آسمانِ مبارک باد

بدین ترانہ کہ ہاں اے امیرِ شاہ نشان
نورِ قدرِ قدرِ جاوداںِ مبارک باد

بہ شہریار و ولیعہد و شاہزادہ عہد
خوشی و خوبی و امن و امانِ مبارک باد

ازان جہت کہ ستایشِ لکارِ نوابی
ترا ہم اے اسد اللہ خاںِ مبارک باد

۳۸

جم چشم شاہزادہ فتح الملک
مرحبا طالع مظفر تو

خود ظفر ہے تو لاکھام بود
کوچہ جزوے ست از ظفر فر تو

اے کہ از روے اسبت ازل
درخور السر ست گوہر تو

نہ ز تقصیر ، بلکہ آزادی ست
السر ار جا نہ کرد ہر سر تو

نہ ز تعطیل ، بلکہ از خوباست
ہلاکت گر نشد مسطر تو

بادشاہ قلعہ لازی
کار کج خوش است السر تو

مرزبان ملک حسن
ملک دلہا ہں است کشور تو

۱۔ شہزادہ غلام فخر الدین عرف میرزا فخر و بہادر شاہ ظفر کے
ولی عہد تھے۔ شہزادہ موصوف میرزا غالب کے شاگرد تھے اور
انہیں چار سو روپے سالانہ دیا کرتے تھے۔ دس روپے ماہانہ
الک باقر علی خاں اور حسین علی خاں کے لیے دیتے تھے۔
جولائی ۱۸۵۶ء میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی مدح میں قصیدے
ابھی موجود ہیں۔

هم فاك را نپاشد اين رفعت
كش توان گفت طرف منظر تو

اين كه پنداشتي فلک نبود
جز خيال رم نكاور تو

وين كه دالسته اي زمين نبود
جز فضاي فراخ بر در تو

اے كه باشد فروغ اختر روز
لعله از فروغ اختر تو

آفتابي و شير مركب نست
آبائي و جبهه شير تو

مهر و مه صرف آب و گل كردند
تا ياراستند بپكر تو

فرسند تا ز چشم زخم كزند
گشت انجم ميند بجزر تو

رنگ بازو ز بس لكو روي
لاله در پيش ورد احمر تو

بالد از بس بلند بالائي
سرو در سايه صنوبر تو

بندد از برگ بوے گل احرام
در هواے طواف بستر تو

آورد خطِ بدیِ رضا
پیشِ گلو خطِ معجزِ نو

اے کہ باشد خطِ غلامیِ من
نامِ آہامی من بہ دفترِ تو

پیشِ ازلی گرچہ ز اقتضایِ قضا
بندہ را وہ قد بود بر درِ تو

می شمرم ولے ز رویِ شہار
خویش را زاتہ خوار و چاکرِ تو

خستہ دہرم و بود بہ سخن
دہر من تیز تر ز خنجرِ تو

نیست در ہذل کسی قرینہ من
نیست در ہذل کسی برابرِ تو

ایری و جوے خضر رشعہ تو
تہی و فتح ملک جوہرِ تو

غالب مے کشم نہ گستاخی اس
گر کنم عرضِ مدعا بر تو

چشم دارم عطیہ تحسین
از لب لعلِ روح پرورِ تو

نشہ بادہ ام ، تکلف چیست ؟
بہ نمی قائم ز کوثرِ تو

رلدی آزادہ ام چا نہ خورہ
 بادہ از دست فیض گستر تو
 آن کرم کن کہ در جهان خراب
 تا زخم می خورم ز ساغر تو
 خوش بود گر بہ جرعه ہاشم
 ہم دعا کوے و ہم ثنا گر تو
 لطف خاص تو باد باور من
 انیزہ پاک باد باور تو

۳۹

در ثنائے معظم الدولہ
 عقل لعل ہمزیان من است

”مُعظم الدولہ“ سرٹاس چارلس مٹکف کا خطاب تھا۔ (۱۸۴۸ ع۔)
 ۱۸۸۳ ع) وہ طویل مدت تک دہلی کا میئر رہا، جہاں عالی شان
 مکان بنوایا تھا۔ ۱۸۵۷ ع کے ہنگامے میں مکان تباہ ہو گیا اور اس
 نے اہل دہلی سے اپنے نقصان کا شدید انعام لیا۔ سیکڑوں بے گناہوں
 کو موت کی سزا دوائی۔ مدت ملازمت پوری کر کے ولایت چلا گیا۔
 اس نے ”غدر“ کے دو اردو روزناموں کا ترجمہ انگریزی میں شائع
 کیا تھا۔ ایک سعید الدین حسین خاں کا اور دوسرا جیون لال کا۔
 پھر ان دونوں کا ترجمہ خواجہ حسن نظامی مرحوم نے اردو میں
 کروایا اور ”غدر کی صبح و شام“ کے نام سے شائع کیا۔ اس کے
 فرزند ایذا ہونے پر بھی میرزا نے ایک قطعہ کہا تھا جو آگے آ رہا ہے۔

منش امید کوی خود منجم
عقل سنجید که قدر دان من است

من خداوند خویشین گویم
عقل گوید خدایگان من است

عقل گوید نعم ، اگر گویم
آستان وے آسمان من است

گویم آری اگر خرد گوید
رای وے شمع دودمان من است

در پیر من ثنا کوی عظم
در سخن عقل مدح خوان من است

من ز خود رفته رسائی عقل
عقل دلدادہ بیان من است

ہاں و ہاں کچھ عقل دور اندیش
در دم مدح ہم عثمان من است

لیکن از روی رشک ہم سخنی
بھوی سود خود و زبان من است

من عیار خود ہمسای گبرم
عقل در بند امتحان من است

ہرچہ از غیب در دلم ویزند
عقل گوید کہ ہم از آن من است

برچہ دانش و غائب انگیزد
گویم آورده بتان من است

من سخن گوی و عقل گوم نزع
کایی متاعی است کز دکان من است

عقل اندیشه زای و من بدفغان
کایی حدیث است کز زبان من است

غالباً گر به حضرت نواب
گفتی قطعه ارمغان من است

عقل بر مصرع مرا به گزاف
گفتی ای ناوک از کجای من است

لاجرم مهر بر ورق زده ام
خود ہمیں نام من نشان من است

۴۰

چون بر ہزار و ہشتصد و چل قزود شش
نو شد شمار سال دریں کاخ ششدری

ناکہ دریں زمانہ فقرخ کہ آفتاب
در دلو چامے داشت بہ ترویج مشتری

روزے کہ بست و ہفتہ ماہ گذشتہ بود
واں بود چار شنبہ آخر ز جنوری

دشمنی که بر کناره دریا می شلج ست
گردید جلوه گاه دو ستر سکندری

بستند از دو سو دو سپه صف به عزم جنگ
بر خویشتن دمیده فسون دلاوری

زنی سو بهادران جهان جوئے نامدار
استاده زهر ظل لوائے گورنوری

درها کشان میکنه علم و آگهی
مشائیان قاعده جاه و سروری

از حق امیدوار به فرخنده طالعی
با خلق سازگار ز پاکیزه گوهری

زان سو سیمه دلان کج الدبش به نهاد
در سر فکنده بادِ خلاف از سبکمری

داغ جبین دهر ز لالهاک مشربی
روزر سیاه خویشتن از تیره اغتری

از مغرب آن رسیده بسل سواد شام
از مشرق این دمیده چو غورشید خاوری

دلها ز تاب کینه چنان گرم شد که کرد
بر قطره خون به بجمره سینه اغگری

دانا دلان دادگر انگند را
بخشیده حق ز بسکه به پر شیوه برتری

دارند ہم بدلیغ زنی زور رستی
دارند ہم بہ کج کلہی قتر قیصری

ہستند راہِ خصم و شکستند فوجِ خصم
از روئے چہرہ دستی و زورِ غضبفوری

با دشمنانِ دولتِ فرماندہاں شرق
دولت نہ کرد پسرہی و بختِ باوری

لاہوریانِ ہوزہ ستز و گریز پای
کردند در گریزِ دُخانی و صرصری

چل توپ کل بمائد ہم میدانِ کارزار
با جان آن گریختگان کرد اژدری

سر ہائے شاہِ شکستہ ہم چوگان ز بے تہی
تن ہائے شاہِ قتادہ ہم میدان ز بے سری

عنوانِ فتح نامہٴ پنجاب بودہ است
مہارے اپنی فتوح کہ فتحے ست سرسری

اپنی قطعہ پس کہ کرد اسد اللہ خان رقم
روزِ دو شنبہٴ و دومِ ماہِ فروری

۱۔ اس قطعے کا تعلق سکھوں اور انگریزوں کی پہلی جنگ میں آغوا لکڑی کلابی سے ہے۔ انگریزوں نے بے در پے فیصلہ کن فتوحات کے بعد سکھوں کو پس پا کر دیا تھا اور آخری بڑی لڑائی سربراؤں میں ہوئی جو درہائے ستلج کے کنارے واقع ہے۔ عام بیان کے مطابق اس لڑائی میں اتنے سکھ مارے (بقیمہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

۴۱

دی بہ ہنگامہ ہنگامہ فرو رفتہ سہر
روئے ابروئے محمود از اقی جرخ ہلال

اندروں روز دل افروز بود عید سعید
عید فرخندہ فرخ رخ ماہ شوال

عید را آئند طلعت سلطان خواہم
تا بدان آئند در ہنگرم آثار جال

نہ جالے کہ بود آئند ساز رخ و زلف
نہ جالے کہ بود نکتہ طراز خط و خال

بے خط و خال جالے کہ بود در اسلوب
مصدر اسم جمیل و مقابل بہ جلال

(پہلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)

گئے کہ جگہ جگہ دریا کا پانی رک گیا ۔ پھر انگریزی فوج نے
دریا عبور کر کے لاہور پر پیش قدمی شروع کر دی ۔ سکھوں
نے صاحب کی درخواست کی ۔ انگریزوں نے دواہہ بست جاندھر
(مابین ستلج و بیاس) کے علاوہ مشرقی جالب کا سارا چھاڑی
علاقہ کشمیر لٹک لے لیا اور سکھوں پر بھاری قابو عاید کیا ۔
دربار لاہور میں انگریز ریزولٹسٹ مقرر ہو گیا ، جس کا ہر فیصلہ
سکھوں کو طوعاً و کرہاً ماننا پڑنا تھا ۔ یہ قطعہ ۴ فروری
۱۸۵۶ء کو بروز دو شنبہ کچا گیا ، جیسا کہ مرزا کے پہلے
اور آخری شعر سے صاف واضح ہے ۔ سکھوں اور انگریزوں
کی دوسری لڑائی ۱۸۵۹ء میں ہوئی ، اس نغمے کو اس سے
کوئی تعلق نہیں ۔

مظهرِ کاملِ آثارِ جلال آمده است
ذاتِ سلطانِ فرشته فر فرشته خصال

جامعِ مرتبهٔ علم و عمل فتح الملک
فخرِ دین، عینِ یقین، عزِ شرف، حسنِ کمال

کر به اندازهٔ سرمایه کند جلوه گری
اندر آئینه بر آئینه نه گنجد مثال

ای ارم در ره پستائی کلزار تو زار
وے زبان در دم گویائی اجلال تو لال

فتح خود نامزدت هست به توفیقِ ازل
دیگران راست ز نام تو نویدِ اقبال

گوے از دوده گشتاسپ نه پردے شهرِ روم
گر نه در معرکه نام تو همه بود به فال

زان سبست که بود عدل ترا در همه جای
زان حراست که بود لطف ترا در همه حال

دمِ ضعیف زنده در کلبهٔ روید جاروب
چشمِ شایب شده در پائے کیوتر غافل

ناز بر خود کند از خست ز تیر تو عذاب
بار بر گردد اگر جیت ز دام تو محال

باد را گرد سپاه تو در آرد از پای
ابر را برق سنان تو کشاید قبضال

نه نشانا ! بدو صد حرفه سوخته دارم
کرده ام نظم درین قطعه به وجیه اجمال

ق

حیله چهر طلب وایه به از عید کجاست
شوق می گویندم آمد زکده هم چون اطفال

بر چه در دل گزرد خواه ز یزدان به دعا
بر چه ممکن نبود جوی ز سلطان به سوال

خواهم اما نه چو آلوده درونان به فریب
که نمایند همی مشک و فروشند زغال

از تو گیرم به گدائی زر و باشم بر خاق
گونی از جود تو آسوختم ام بذل و نوال

فی المثل گر بودم دست به گنجینه غیب
چون شوم تشنه ببخشم بدی آب زلال

بخت گنجینه پرویز نه سنجم به دو جو
تشنه باده نایم ، نه گدا پیشه سال

چون عطای تو بود پاک ز تحریم چید پاک
به حرام است ولی می خورم از وجیه حلال

آنچه می خواهم ازین نوطه دانی چه بود
کنجه از باغ و خمی از می و جامی ز سفال

بسته بر غیر در کلبه و بر نظم طراز
رفته از زاویه خاشاک و ز دل گردی ملال

کہ دران گوشہ ز خود رفتہ و گاہے ہشیار
 کہ در الدبشہ غزل سنج و گہے مدح سگال
 کہ ز اسرار ازل یافتہ در سینہ نشان
 کہ ز آثار خرد ریختہ بر صفحہ کمال
 تا بود روز بہ ہر سو کہ فتح سایہ بدشاہ
 جاگزینم بہ کنار چمن و ہائے نہال
 چون شود شام ، ہم شمع فروزندہ ہم پیش
 از درخشندگی جوہر عقلِ قتال
 دارم امید کہ غالب اگرش عمر بود
 ہم بدینسان گزراشد شب و روز و مد و سال
 جاودان شاہ نشان باش کہ اندر کعبہ نیت
 دولت دین کہ بود این از آسیب زوال
 دولت و عمر ازان پیش کہ گنجہ ہم شاہ
 شوکت و جاہ نزول زانکہ در آید ہم خیال

۴۲

بر رگِ شاہ بوسہ زد تبشیر
 آہنیں دل ادب لکھ نہ داشت

۱ - یہ قطعہ بہادر شاہ کے ولی عہد ثانی شہزادہ غلام نضر الدین
 فتح الملک کی مدح میں کہنا گیا ہے ۔

لیک داغ که اندرین برخاش
سر آزار جسم شاه نداشت

آرے آهن که اصل شمشیر است
جز کف دست نه پناه نداشت

جزو آن کل که بیشتر باشد
چون محابا ز عز و جاه نداشت

داشت لیکن ز روی وای صواب
در دل اندیشه زین گناه نداشت

در تن شاه تیره خونی بود
وای خود از هیچ سویی راه نداشت

راه واکرد تا فرورد
ره همین بود و اشتباه نداشت

در سخن گر سخن بود گو باش
ننوان طعن زد که آه نداشت

همچو سرکان که دم بدم چند
برگز آرام هیچ گاه نداشت

درد دل با زمانه چون می گفت
لب گویای عذر خواه نداشت

دو دلم رخ نهفت از نشویر
زین نکوتر گردنگاه نداشت

رفت و با خود گرفت غالب را
چہ کند ، چون دگر گواہ نہ داشت

وایے کان خستہ خود ز تنگدلی
راہ در صحن بارگاہ نہ داشت

یا اگر داشت ہا نمی جنبید
سر اگر داشت سر کلانہ نہ داشت

داشت آہنگ ہایے بوس ، وایے
طالع سہر و یخت باہ نہ داشت

۲۳

ایے کہ گفتی کہ در سخن باشد
حاصل جنبش زبان گفتن

تا ندانی کہ راز دل با دوست
جز بہ گفتن نمی توان گفتن

خامہ را نیز در گزارش شوق
ہست دستے بہ داستان گفتن

گر قلم و زبان ترا نہ یکے ست
ابن نوشتن شہار و آن گفتن

به قلم ساز می‌دهم گفتار
تا نه گنجند درین میان گفتن

زانکه دایم کزین خروش لب
رنش گردد ز الامان گفتن

مشکل افتاده است در در فراق
با مظهر حسین جان گفتن

۴۴

به آدم زن ، به شیطان طوقِ لعنت
سپردند از روِ تکریم و تذلیل

ولیکن در اسیری طوقِ آدم
گران تر آمد از طوقِ عزازیل

۴۵

فروغ طالعِ ایام مستر استولنگ
که قمر خسرویش تافته چو خور ز جبین

شکفته روی و پسندیده خوی و مشکین بوی
به راسِ نیک و به گوهر خوش و به شیوه گزین

بهار غوس نکهان را نسیم برده آتشا
بساط کج کلهان را امیر صدر نشین

خفات از لب و کاش اسیر حرف و سخن
سعادت از سر و دستش رهین تاج و تکیه

..وادی بند ز فیض شکتج طره حور
بساط دهر ز لطف فضائے خلد برین

به دهر زد سر پائی و جان جهانان داد
ز خود گزشت به بال نگاه بازپسین

بصد نشاط سی و پنج ساله از دایا
جریده رفت و جوانان چنین روند ، چنین

بروز است و سوم از می به هنگامی
که بود خسرو الحیم به برج ثور مکی

بزار و پشتصد و سی ز عهد عیسی بود
که تجست برق جهانسوز این الم ز کمی

من و خدا که درین هیچ و تاب نیست شکفت
ز هم گسستن شیرازه شهر و منی

تنی چنانکه شگفتی بهار ازو گل گل
سرے چنانکه فشانده فلک برو پروی

چه اوفناد که از خاک باشدش بستر
چه روم داده که از خشت گرددش بالین

ہمیں مراست نہ تنہا زبان لغاں پیا
ہمیں مراست نہ تنہا جگر شکاف آگیا

لباسِ لیلیٰ و رختِ سیاہ پوشیدہ
سپہریاں بہ سپہر و زمینواں بزمیں

دگر زبان نہ تھے کہ چندم بہ دہن ؟
دگر امیدِ وفاے کہ بخشدم تمکین ؟

بشوقِ کوئے کہ گروم دگر بہ سر ہواں ؟
بدونِ حرفِ کہ سازم دگر سخن شیریں ؟

ز مدحِ فطرتِ کہ بخشم سفینہ را زیور ؟
ز شکرِ لطفِ کہ بندم صحیفہ را آئیں ؟

متم نگر کہ کنوں ہایدم بہ مرثیہ رخت
ز دُرجِ مدحِ گہرہاے آبدار تمیں

لہِ رختِ نقشِ خیالِ وے و نقواید رفت
ز خاطرِ اسدِ اللہ دادِ خواہِ حزیں

برائے آنکہ بہشتِ بریں بود جایش
ز من دعا و ز انصاف پیشکاں آہیں !

۱۔ یہ قطعہ مسٹر اینڈریو اسٹرلنگ کی وفات پر کہا گیا ، جس نے
دنشن کے قصبے میں میرزا غالب کی ہر ممکن امداد کا وعدہ
کیا تھا ۔ میرزا نے اس کی مدح میں ایک قصیدہ بھی کہا تھا
جو کلکتہ میں ملاقات کے وقت اُسے سنایا تھا ۔ (کلیات نظم
فارسی قصیدہ ۳۹)

(بابت حاشیہ اگلے صفحے پر)

۴۶

داورِ شاہ نشان لارڈ کونڈش ہنسک
 کز نجیبش تیش از شعلہ زمین داور
 کوکب از چرخ ز تاثیرِ نگاہِ غضبش
 متصل چون عرق از جہد چکیدن داور
 ہر کجا برقِ عتابش علم افراشتہ است
 شعلہ را رخشہ بر اندام دویدن داور
 ہر کجا ہر نورِ لطفش اثر انیاشتہ است
 گلِ شاداب ز ہر خارِ میدان داور
 بسکہ چون مہر جہانتاب ز سرگرمی مہر
 خود بحالِ دلِ ہر ذرہ رسیدن داور

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)

قطعہ کے ایک ایک حرف سے اسلامی نمائیاں ہے۔ اس سے واضح
 ہوتا ہے کہ اسٹرلنگ کے جذبہ حق رمی، شرافت اور نیک طبیعتی
 کا میرزا پر گہرا اثر تھا۔

۱۔ یہ قطعہ لارڈ ولیم کونڈش ہنسک (۱۷۷۷ء-۱۸۳۹ء) کے ورود
 پر کہنا گیا۔ ہنسک پہلے ۱۸۰۳ء میں مدراس کا گورنر مقرر ہوا
 تھا، لیکن ۱۸۰۷ء میں ویلور کے ہنسکے کے باعث اہے واپس
 بلا لیا گیا۔ جولائی ۱۸۲۸ء میں اسے بنگال کا گورنر مقرر کیا
 گیا۔ پھر اسے گورنر جنرل بنا دیا گیا۔ مارچ ۱۸۳۵ء میں واپس
 چلا گیا۔ اس کا دور مختلف وجوہ سے کامیاب سمجھا جاتا ہے۔

اندرین سالِ مبارک و غبارِ رہِ خویش
 بر رخِ ہند سرِ غارِ کشیدن دارد
 حمتگانِ مژدہ کہ لتوابِ معلی القاب
 کردن و گفتن و پرسیدن و دیدن دارد
 با خرد گنتم اگر سالِ ورودش در ہند
 باز جونی و ہکوئی کہ شنودن دارد
 لیک در تعبیر آویز و ہم از لفظ "ورود"
 طرحے انداز کہ این شیوہ گزیدن دارد
 گفت لتواب ز آغاز و ز انجام "ورود"
 از کرم جان بہ تنِ خلق دیدن دارد^۱

۱۸۳۱ع

۲۷

تاریخ طوی کشندانِ شاہ اودہ

لوحش اللہ و جوشِ گل کہ دہد
 عرضِ گنجینہ صبا و شہال

۱ - "از کرم جان بہ تنِ خلق دیدن دارد" کے اعداد میں لفظ
 "ورود" کے آغاز و انجام یعنی "و" اور "د" کے عدد شامل
 کردیے جائیں تو ۸۳۱ و ۸۳۲ بن جائیں گے۔ اس قطعے کا عنوان
 "تاریخ ورود" ہے۔

بخت گوید به خنسی که نیاز
عیش پیچد به بازی که بیال

رنگ را بُو رسد به عذر قدوم
لاله را گل دود به استقبال

همه می چکد ز مغز غبار
همه گل می دمد ز شاخِ غزال

باغ از نقشهای رنگا رنگ
نیگوان راست لاله اعمال

راغ از لاله های کولنگون
عاشقان راست کارگاه خیال

سرو با در هجوم جنبش شاخ
قمریان زمردینی پر و بال

شاخها دو نمایش نیم
حله پوشان گوهری شمال

دهر گونی شست سوتا سو
بزم طوی شب ستوده خصال

شاه عالم ، نصیب دین که بود
دولتش ایمن از گزند زوال

به طراز رقم سلطان چاه
به نشاط اثر پیاوی قال

بہ اداے ادب سہر شکوہ
بہ صلاحے کرم صاحب نوال

بزمش از دلکشی بہشت نظیر
تصرش از برتری سہر مثال

طالعش تقدیر کیسہ ایام
دولتش روحِ غالبِ اقبال

بزمگاہش خطرگاہِ ارواح
بزمگاہش نظرگاہِ آمال

مے بہ جامش چو نور با لبت
ز بہ دستش چو آب در غربال

ہر اداے کہ آیدش بہ ضمیر
ہر نواے کہ یجدش بہ خیال

ہندد آن باغِ خلد را آئیں
کردد این ساقیِ عرش را خلخال

چوں چنین شاہ را چنین جشنے
آمد آرایشِ دوامِ جلال

آمد اللہ خان کہ خوانندش
در سخن غالبِ لطیفہ سکاں

بہ اداے گزارشِ تاریخ
ریخت بر گوشہ بساطِ کلال

چہر ترنسپ ایں ہائوں جشن
کہ بہ خسرو خجستہ باد بہ فال

زد رقم ”ہزم عشرت پرویز“
وینکہ گفتم بود ز روے ”وصال“

وز نو خوابی کہ آشکار شود
نقش الدازۃ مسیحی سال

”شاہد بخت بادشاہ“ نویسی
وانگہش بر فرازی ”حسن کمال“

۴۸

تاریخ اتمام مثنوی

چو از غلبہ فکر فضل عظم
نرو رخت لبی سلک دُر بیم

ممشائے این عشر آگہی بساط
پندود مغرم بہ عطر نشاط

۱۔ قمری تاریخ کے لیے ”ہزم عشرت پرویز“ کے اعداد میں
”روے وصال“ یعنی ”و“ کے اعداد جمع کیے جائیں تو ۲۱۲۵
ہو جائیں گے۔

میسوی تاریخ کی صورت یہ ہے کہ ”شاہد بخت بادشاہ“ میں
”حسن کمال“ کے عدد جمع کیے جائیں۔ ”شاہد بخت بادشاہ“ کے
عدد ”۶۲۵ع“ ہیں اور ”حسن کمال“ کے ”۲۰۹“۔ دونوں
مل کر ۶۸۴ بنتے ہیں۔

بد ایجادِ تقریبِ عرضِ نیاز
شدم فکرِ تاریخِ را چاره ساز

درخشید برقعے ز جیبِ خیال
کہ ”کارِ عظیم“ ست تاریخِ سال

۱۲۳۱ھ

۲۹

تاریخِ تعمیرِ مسجد و امام بارہ

معینِ امام بارہ و مسجدِ برآں کہ دید
در کربلا زیارتِ بیت الحرام کرد

مفتخرِ عقل از شے تاریخِ این بقا
ایما بہ سوے من ز رم احترام کرد

گفتم بدوے ہمیدہ ”خوشا خاندہ“ خدا
شد خشمگین دمس کہ نظر بر کلام کرد

خاشاکِ رمت و ہائے ادب در شکنجہ وقت
ایہام را بہ تفرجہ معنی تمام کرد

۵۰

تاریخِ امامِ بارۂ سراج الدین علی خان

چون شد بہ صحنِ مدفنِ خانِ بزرگوار
طرحِ امامِ بارۂ عالی سپرِ سا
رضوان زِ خلدِ نورِ ایرانِ بام و در فشانند
تا گشت سنگ و خشت چو آئینہ رو نما
رحمتِ بے بساط در آن بزمِ تعزیت
آوردِ اطلسِ سیمہ از سایہٴ "ہا"
و قلمِ نیازمند ہمیشہٴ سروشِ فیض
کفتم کہ پردہ از رخِ تاریخِ برکشا
در "تعزیتِ سرایۂ بزد "نالمہ" و بگفت
اینست سازِ نغمہٴ تاریخِ این بنا

۵۱

تاریخِ وفاتِ مولانا فضل امام

اے دریغا قدوۂ اربابِ فضل
کرد سوے جنتِ المومنینِ خرام

کار آگاہ ز ہر کارِ اولیاد
گشت دارالملکِ معنی ہے نظام
چون ارادت از پی کسبِ شرف
جست سالِ فوتِ آن عالی مقام
چہرہ ”ہستی“ خراشیدم لخصت
تا بنائے نخرجہ گردد تمام
گفتم اندر سایہ لطفِ نبی
باد آواشگرِ فضلِ امام

۵۲

تاریخ وفات میر فضل علی

جو میر فضل علی را بمالد، است وجود
تو روئے دلِ بھراش اے اسیرِ رنج و عن
چو شد وجود کم و روئے دلِ خراشید،
شود ز اسمِ خودش سالِ رحلتش روشن

۱ - ”میر فضل علی“ کے اعداد ”وجود“ اور ”روئے دل“
یعنی ”د“ کے اعداد نکال دیے جائیں تو تاریخ نکل آئے گی۔

۵۳

تاریخ وفات مرزا مسیحا بیگ

ز سالِ واقعہٗ میرزا مسیحا بیگ
ملکِ راست شہارِ احمد آباد

صحیفہ ہائے ساوی مبین از عشرات
حدیقہ ہائے ہشتی مششخص از آحاد

بحرستِ دہ و دو ہادی و چہار کتاب
کہ در نشیمنی از پشتِ عہد جاہلی ہاد

۱۲۵۸ھ

۵۴

تاریخ تعمیر مکانِ جانِ جاکوب

جانِ جاکوب آن امیرِ نامور
دستِ وے آراہنہ تیغ و نگیں

- ۱۔ اکہ بارہ ہیں ، لہذا سیکڑے بارہ ہوتے۔ آہانی صحیفے چار ہیں ،
گویا دسے چار ہوتے۔ ہشت آٹھ ہیں یعنی اکائیوں آٹھ ہوں۔
یوں ۱۲۵۸ھ تاریخ وفات نکل آئی۔ آخری شعر میں پھر بارہ
اساموں اور چار آہانی کتابوں کی حرمت کا واسطہ دے کر آٹھ
ہشتوں کے نشیمن کی دعا کی گئی ہے۔ یوں دوبارہ ۱۲۵۸ھ
تاریخ نکل آئی۔

ساخت زانسان منظرے کز دیدش
حوو گفت احست و رضوان آفرین

در بلندی افسر فرق سپہر
در صفا گلگونہ روے زمین

بلیدش گفتن گلستان ارم
زیدش خواندن نگارستان چیں

خود سہ اشکوب و ہر اشکوبش در اوج
در لظہ باشد سپہر ہفتمین

غالب جادو دم نازک خیال
کش بود الدیشہ معنی آفرین

گفت تاریخ بنائے آن مکان
آسانی پایہ کائنات دلنشین

۱۲۳۵

۵۵

تاریخ بنائے جاہ

آن میجر فرزادہ کہ موسوم بہ جان ست
وان راست دم دانش و والای دریافت

فرمود بنے کنبد چاہے کہ در آن است
آہے کہ مکتدر بہ ہوس جست و غصہ یافت

خود چشمہ فیض ابدی گفت بہ غالب
بنوشت جو آن دل شدہ از راز خبر یافت

ہستود و دریں قطعہ در آورد و بہان وقت
تاریخ دگر نیز بہامعانِ نظر یافت

”خرشید زمیں“ گفت و دریں زمزمہ ”دل“ بہت
وہی تعمید خوبیتر از گنج گہر یافت

۵۶

تاریخ تفسیر

چشم و چراغ دودۂ مودود آن کہ بہت
صفا در حسن بہ تسمیہ معروف در انام

ناظم نژاد وجہ کہ بہ مودود می رسد
تا حضرت علیؑ لئیؑ آن دہم امام

آراستہ مصحفی و نوشتہ الفرائد نور
فہرستہ از علوم بہ ہرگونہ اہتمام

رسم الخط و قرأت و تجوید و ترجمہ
شان نزول و ناسخ و منسوخ در کلام

۱۔ اس کنوئیں کی دو تاریخیں ہوئیں : ایک ”چشمہ فیض ابدی“

(۱۲۵۵ھ) دوسری ”خرشید زمیں“ (۱۲۲۱ھ) جس میں ”دل“

کے ۴۴ اعداد شامل ہوئے تو ۱۲۵۵ھ تاریخ نکل آئی ۔

علمِ حدیث و فقه و سلوک و شہارِ حرف
ہر یک بہ شیوہ کہ پسندند خاص و عام

شرحِ فوائد و قصص و نکتہ ہائے راز
ہر گونه دانشی کہ سر آن را خند نام

علمِ خدا شناسی و اسرارِ معنوی
تفسیرِ ہرچہ ہر کہ پزویند بہر مقام

حسنِ نگارشے کہ چو بینی گمانِ بوی
گوہرِ فشانند کلکِ گراہیہ در خرام

یا خود ز خط نقطہ بنی طائرِ نگاہ
افکنند الد دالہ و گسترده اند دام

از نقطہ خالی عارضِ خوبان شود خجیل
وز خط بنقشہ زار برد تازگی بہوام

نظارۃ دوائر الفاظ گر کنی
بینی ہر از زلالِ خضر صد ہزار جام

ہر جا کہ کشند ترجمہ و التلوا رقم
گردیدہ نوکِ خامہ بہ تیزی دمِ حسام

ہر جا کہ رفتہ معنی لائقطوا ہکار
پیچیدہ ہوئے منہلِ فردوس در مشام

گفتم ستایم این رقمِ دل فروز را
امثالہ گفت بہمتِ من قائلز العرام

دو راوِ وصف ہوئے روا داشتے خود
بودے کمیتِ خامہ اگر گوہریں ستام

بالجملة مصحفی کہ بود جامع این چینی
نبود بزرگ این فلکِ آہگینہ قام

چون ستید بزرگ چینی مصحف عید
لآکام پیشِ غالبِ مسکینِ مستہام

آورد و گفت کابی گہر آگینِ صحیفہ را
”ختم الصحائف“ آمدہ تاریخِ اعتمام

زاک رو کہ در ضوابطِ فنِ سخنوری
تاریخِ جز بہ نظم نمی یابد انتظام

دلتیم و ساختیم طلسم از ہر اے گنج
این قطعہ را اساسِ ندادیم والسلام

۵۷

تاریخِ ولات

چون تفضل حسین خاں کہ نبود
کس الظہرِش بہ شہوہ و ہتجار

آی کہ او را پی توان گفتن
مردم دہدہ اولو الابصار

آن که او را بود خواندن
گوهر بحر حیدر کستاره

آن که از راه روشنش دو دهر
سهر را بود گویی بازار

در کرم گستری لطیف نهاد
در وفا پیشگی شکر آتار

داشت اندر شکنج راحت و ریخ
داشت اندر لورده لیل و نهار

نیزی بوش ، موشگافی فکر
خوبی خوی و شوخی گفتار

جان بجان آنری میرد و گزشت
زین گزوغاه تنگ ، ناهموار

نے ، غلط گفتار ، نمی میرد
این چنین مرده زنده دل زندهار

تا شود بحر سراسر سرور
زین جهان دژم گرفت کنار

چشم از سال رحمتش اثری
گفت غالب که خود ز رویه شمار

از بروج سهر جوی مات
عشرات از کواکب ستار

گفتم آحاد ، گفت شرمست باد
از خداوند واحد القهار

۵۸

ولادت فرزند ناقب

درخشید از سپهر جاہ مانے
بد فترخ طالع و فروخته ہنگام

زہے چشم و چراغ دودہ حسن
کہہ افزاید فروغ دین اسلام

سراج الدین احمد خان بہادر
نہادند اختر رخشندہ را نام

ہمیں نام است تاریخ ولادت
خوشا نام آور شایستہ فرجام

خدایا الدوبی گیتی کہہ آن را
لداند جز تو کس آغاز و انجام

رسد تا قطرہ زن ابر از پنے باد
شود تا جلوہ گو صبح از ہر شام

- ۱۔ آسانی برج باوہ ہیں ، گویا سیکڑے بارہ ہوئے ۔ ستارے سات
ہیں ، دسے سات ہوئے یعنی ستر ۔ چونکہ تاریخ وقات ۱۲۷۱ھ
تھی اس لیے ایک ہی کسی وہ گئی تھی ۔ وہ ”خداے واحد“ ہے
ہروی کردی گئی ۔

نگہدار این ہایوں نامور را
نشان مند نشاط و عیش و آرام

۵۹

چراغان دو دہلی

دریں روزگار ہایوں فخر
کہ کوئی بود روزگارِ چراغان

شدہ گوش بُرنور چون چشمِ بینا
ز آوازِ اشتہارِ چراغان

مگر شہرِ دربارِ نور است کابھی جا
لگہ گشتہ ہر سو دوچارِ چراغان

بسر بردہ ہر چرخِ سہرِ منور
ہمہ روز در انتظارِ چراغان

گولہ من اینک خطوطِ شعاعی
کہ دارد دُشِ غلوخارِ چراغان

دریں شب روا باشد از چرخِ گردان
کند گنجِ انجمِ نثارِ چراغان

لبود است در دہر زین پیشِ ہرگز
بدین روشنیِ روئے کلرِ چراغان

شد از حکم شاهنشیر انگلستان
 فزون رونق کاروبار چراغان
 جهاندار وکتوریا کز فروغش
 ز آتشی دمد لالهزار چراغان
 ز عدلش چنان گشته پروانه ایمن
 که شد دیدبان حصار چراغان
 به فرمان سر جان لارنس صاحب
 شد این شهر آئینه دار چراغان
 به دہلی فنک و تہ سائرس صاحب
 بر آراست نقش و نگار چراغان
 شد از سعی پتری اجرتن بہادر
 روان ہر طرف جویبار چراغان
 سخن سنج غالب ز روئے عقیدت
 دعا می کند در ہار چراغان
 کہ با دافزون سالِ عمر شہنشہ
 بروئے زمین از شہار چراغان

۶۰

نہ چنام کہ بر عقیدہ خویش
 از فسوں کسی ہراس کنم

نہ تو اٹھ کہ از نصیحت و وعظ
عالمے را خدا شناس کنم

نہ کہ اختیار ہستی را
دیو افسانہ ہا قیاس کنم

نہ کہ ز آثار ہر چہ مشہور است
اثرے تازہ اقتباس کنم

نہ کہ از ہر جلد ہائے بہشت
ترکِ آرایشِ لباس کنم

نہ کہ در عالم فراخ روی
عار از ژندہٴ پلاس^۱ کنم

چون نہ من ساقم ، نہ محتسب
نہ بریزم ، نہ مے بہ کاس کنم

نہ بہ واجب ز معنی وامانم
نہ بہ ہر مصرعہٴ مکاس^۲ کنم

یر مدارا اگر مدار نہم
کاخِ الفت قوی اساس کنم

لیک لابد ز من کہ در گفتار
مدحتِ لالہٴ سور داس کنم

۱ - ژندہ پلاس : ٹاٹ کی گدڑی ۔

۲ - مکاس : توقف ۔ در اصل مکاس کا مطلب ہے مال کی فروخت
میں مالک کا توقف ۔

قصے از مدح خود توام خواند
گر لہ لب را ز لاف پاس کنم

خوش توام مرا رسد کہ ز رشک
زہر در جام بونواس^۱ کنم

می توان پنجم از نظامی بود
بارہ^۲ جیع گر حواس^۳ کنم

توسر^۴ طبع من بدان ارزد
کہ ز ہال ہری قطاس^۵ کنم

مزرع خویش را بہ نگہ درو
ناخن^۶ حور صرف داس^۷ کنم

ہم چو سرو از غمر خزان برہد
گلبنے را کہ من مساس^۸ کنم

کوثر از موج وا کند آغوش
اگر الداز^۹ ارماس^{۱۰} کنم

چہ ازین فرقہ^{۱۱} ادا نشناس
خویشتن^{۱۲} وا ہلاک پاس^{۱۳} کنم

بہ دویشے ز گفتہ ہائے حزین
صفحہ^{۱۴} را طرہ^{۱۵} ایاس^{۱۶} کنم

۱ - عباس دور کا مشہور عربی شاعر۔ وفات ۸۱۰ ع۔

۲ - دم کے ہال۔

۳ - درانی جس سے نصل کاٹتے ہیں۔

۴ - ایاز۔

”لائقِ مدح در زمانہ چو نیست
خویشتر را ہی سیاسِ کف”

”کس زبانِ مرا ہی فہم
یہ عزیزان چہ التماسِ کف”

۶۱

غالب اس رنگیں کتابِ گلشنِ بیخار نام
روکش ”جناتِ تجری تھنہ الاہار“ ہست

گر کسی لبِ تشنہ“ تاریخِ اتمامش بود
”جو پائے آب“ ہم در ”گلشنِ بیخار“ ہست

(سید چین) ۱۲۱۳ + ۳۸

۶۲

احترامِ الدولہ لڑیاں داد ، تا
دلکش گرماہ“ انجامِ یافت

بامدادان رفت آنجا چہرِ غسل
آنکہ در گفتارِ غالب نام یافت

قطعهٔ تاریخ آن فتح بنا
هم در آنها صورت ارقام یافت

هست "پاه"، چون راحت و آرام جست

۶۰۹ + ۲۳۲ - ۳

هر دو را در "گوشهٔ حمام" یافت

(۳۲۰ +) (سید چین)

۶۳

در هزار و دویست و شصت و شش از دنیا گذشت
هاتوی شاه اود صرم مکی نام او

آنکه چون بالای بام کاخ شصتی روی خویش
آب حیوان ریخته از ناودان بام او

مردنش هم بر کمال حسن او آمد دلیل
چون مع کمال به دهر از نور پُر شد جام او

در نورد روبروی شد سمره منزل گمش
خود لاسی آن زمینی بود از بی آرام او

گفت غالب سال فوتش لیکن از روی نیاز
"باد با بنت رسول پاشمی انجام او"
(سید چین)

۶۶

بسم الله الرحمن الرحيم

(بسم الله الرحمن الرحيم)

سپهر سرانجام اے ویرانے کشور بنده
ز انقضا تو دل بگشاید چو گل ز نسیم

بقدر فهم من است این که گفتم و رفتم
نوازش گفتو و دند روح در اعظام ریم

ز روزه و خوی تو پر دم مدد رسد در بزم
نگاه را به فروغ و اشام و آید شمیم

شگفت لیست که نوحیروان و منجر را
کنی الواعد و انصاف گسری تعلیم

تو آن اسیر کبری که در جهانداوری
خدایه کلام تو دلا آرزو نسیم

رواست مکه بنام تو لیک حرف این است
که تنگ دامن نام تو از اسپک مسم

ز رأفت تو الف دال یافت بعد از شین
چو کجا که الف نوون بود بعد از جیم

پس از خرابی دلی تو آمدی که دگر
کنی لیک زندگان را درین دیار مقیم

سپس بنام تو شهرے جدید خواهد بود
نه آنکه شاه جهان ساعت در زمان قدیم

ترا چنانکہ تویی چون توان سنایش کرد
 چه آید از اسد الله خاں بجز تسلیم
 (سید چین)

۶۵

بزمِ نوابِ جمِ حشمِ مکتوب
 بوستانست تیر ز نعمت و ناز

و اندران بزمِ گل ، گسترده
 اطلسِ چرخِ جلے بالانداز

در فیضِ بسانِ آئینه
 سالنہ ہموارہ یو رخِ ہمہ باز

سودہ از بہر سرفرازیِ خویش
 سروان بر درش جبینِ نیاز

ما ہمہ بندگانِ فرمانِ پر
 او خداوندگارِ بندہ نواز

آسدم تا ہمیشہ وے نالم
 از جناے زمانہ نامساز

از ادبِ دمِ ہمے توانم زد
 یا چنی داغِ ہامے سینہ گداز

آلہ ساعتم کہ در شب و روز
 تہدہ جز بہ وقتِ خویش آواز

چون رسد وقت کارِ سرِ قمار
گویم اما بہ شہرہٴ ایجاز

مدحِ ہالوئے انگلستان است
بر زبانِ من از زبانِ دراز

الدینی پایہ یا من مسکین
نیست در ہند ہیچ کس انباز

غالب اسمِ شعر و نامِ من است
اسد اللہ خانِ مدحِ طراز
(سبد چین)

۶۶

فلک مرتبتِ منٹ گہری بہادر
کہ دو سروری میکنی پادشاہی

بہ بزمِ طرب ملو گیتی فروزی
بہ رزمِ عدو شاہِ انجم سہابی

بہ دستِ تو مفتاحِ کشور کشانی
بہ فرقِ تو دیومِ عالم پناہی

ہم از روئے معنی سلیمان شکوہی
ہم از روئے صورتِ فلک بارگاہی

تو ای پادشاه عالم بر تو نشانی
تو ای سهرورد پادشاه روی اکلاهی

بوسم کف دستم از چرخ و انجم
برای آینه در بنکر کیم امیدواری

عجب نیست پیش از اجلد کرم بچرم
که بپوشه چرخ میکند عمر یکی

فرو آمد مختصر بنواب از کمر
که برد روزم ز سپهر در چاهی

لبوشت در هیچ هنگام کارم
بغیر از دعا گویم و خیرخواهی

در آن دم که برگشت بنجار گردون
خویش را نگه بدارم بنواز تپانی

همیشه خوی نظم من در ستایش
دیدم بر رو داداوی همه گواهی

سپهر داورا غالب غنچه دل را
کنایه است بجز دعوی بیگانه

وگر خود گنهارم ، امیدوارم
که بکنم ز شمع از کو مشق هوای

دمادم فروز یاد لطف تو بر من
بدانسان که بر تست فضل الهی

(سید چین)

از باد زمهریر به گیتی نشان نمآید
جوشِ گل و نشاطِ نسیمِ سحرِ خوش است

بویِ مشامِ پرور و رنگش نظرِ فروز
خوش باد و آفتِ گل که جهان سرسبز خوش است

از رنگِ رنگِ طره و از گونه گونه گل
گلزار و شهر و بیشه و کوه و کمرِ خوش است

دریا خوش و شوابِ خوش و کوهسارِ خوش
منزلِ خوش است و توشه خوش است و سفرِ خوش است

این با خوش است و بهرِ تو آورده روزگار
هم بهرِ تست برچه ازلی بیشتر خوش است

از حسن و انصافِ ولی عهد و پادشاه
با ما جلالِ فتح و کمالِ ظفرِ خوش است

از بهرِ آنکه بر سرِ ما سایه گسترد
فرزانه پادشاهِ کیومرثِ فر خوش است

وز بهرِ آنکه ظلمتِ بدعت ز ما رود
سلطانِ حقِ پرست ، حقیقتِ نکرِ خوش است

امسال و سالِ دیگر و دیگرِ هزار سال
در شادی و خوشی همه پاهم‌گر خوش است

بر خور ز روزگار که ما از تو برخوریم
خوش باش کز تو غالبِ آشفته سر خوش است (سید چمن)

۶۹

دگر در سوخته که از روی سستی
شوای به سایِ کوثر فرستم

به چنای فردوس سبیل فشام
به گردونِ گردنم اختر فرستم

به استاد منشور معنی لایع
به جمشید اورنگ واسر فرستم

به رخساره سهر گلگونم بخشم
به گنجینه شاه گوهر فرستم

پایا بر آیم که اشعار خود را
به مرزا خدا بخش قیصر فرستم
(سید چمن)

۷۰

جان عزیز است و اهل عزت را
عزت از جان عزیزتر باشد

خود بفرما چنان تواند زیست
هر کرا هر دو در خطر باشد
(سید چمن)

۵۲

ترا اے آفتاب عالم، افروز
بس از نور تو سال، تو مبارک

گروه یمن از گره دور و شش عمر
بجای تو ای پشور، تو مبارک

نظام الدین رقی، دور طریقت
به غالب، تو ای، تو مبارک
(سید چین)

۵۲

میر سعادت علی گرد در اجیر طرح
مسجد و چاه، که هست چشمه آب بقا

آنکه ز باقر علی تا به علی ۲ میرسد
حلقه به حلقه هم سلسله اش سرچا

ساخته شد چون مکان کرد به دل اجر آن
از ره صدق و صفا نذر رسول خدا

از بی این، سالیکان گنت، پایون، سروش
"چشمه" زمزم صفت، مسجد کعبه بنا

(سید چین) ۵۱۲۶۹

۷۳

با خرداله گفتم. رحیم فرزانه، فتح الملک را
خود. چه گویم گفت قهر دوده، آدم بگو

گفتم او را، لونهالی رسته. در بلغ مراد
گفت. بکشی اسرور. زوالله کشیده، اسعالم بگو

گفتم از خوبی زغلی سانا به خورشید است گفت
سال این فترخ ولادت "تبر اعظم" بگو

گفتش دیگر چه کوفی، زیر لب خندید و گفت
بای زاید باید انگند از "بگو" انهم بگو

۱۳۹۹ = ۱۳۹۲ - ۱۳۹۱ (سید چین)

۱۳۹۹ = ۱۳۹۲ - ۱۳۹۱ (سید چین)

۷۴

نهاده بنا احسن الله خان
سر ره بدانیسی در دلکشا

که غالب بنی سال تعمیر او
رقم زد. "در دلکشا حبذا"

۱۳۹۹ = ۱۳۹۲ - ۱۳۹۱ (سید چین)

۱۳۹۹ = ۱۳۹۲ - ۱۳۹۱ (سید چین)

۱۳۹۹ = ۱۳۹۲ - ۱۳۹۱ (سید چین)

۷۵

تاریخِ وقتِ فوق ، غالب
با خاطرِ دردمندِ مایوس

خون شد دلِ زار تا تو شدم
"خاقانی" بند "سرد افسوس"

(سید چین)

۱۲۷۱ = ۱ - ۱۲۷۲

۷۶

با خرد گنم از تو فرمانی
شوم از دل خیالِ باده "لاب"

گفت صد آفرین ولی نتوان
شستنِ این خیالِ جز به شرابه
(سید چین)

۷۷

کبر که در روزِ حشر چون نو بختی
هر سر دوزخ نهند تیره نهین

دان که باشد دران مضیقِ مصیبت
در طلبِ نان و جامه کستمکن از زن

دان کہ نباید دوان مقامِ صعوبت
شورِ لغاضیے نازوائے سہاچن
(سید جین)

۷۸

بہ من ز مقدمِ فرزندِ میرزا ہالو
سروشِ تنہیتِ زینہٴ مطالبِ گفت
جو "قصہ" شد متعلق بہ گفتنِ تاریخ

۱۹۳

طریقِ تعمیہ و زوید و "جانِ غالب" گفت

(سید جین)

۱۰۸۷

۷۹

میںمدم یا انوالہشہر گفتم
پارہٴ زر بدہ کہ زر داری

حیف باشد کہ از چو من ہسرے
خاکِ رنگینِ عزیز تر داری

گفت حیف است از تو خواہش زر
کہ تو گنجینہٴ کسہر داری

گنجدانِ سخنِ حوالہٴ تست
خود بیبی تا چہ اے ہسر داری

آن رویه تو سبک و سینه و ساعد از آن تو
 پیرانه‌ها هر چه لذت‌گهر یافتند بود اسرا
 (سید چین)



رفذتک بندهایم مسم طریقی
 بر او اکتفا را به جعفر و جلال

نواها خواہش را پاسخ به سوالات
 چه باوا فغان زدم ای که تم تم

ان زبانت نهالتم بهتانی
 جوا یک دوسه باور جنبش دم

از دیدن این شگرف رودان
 گشتیم به عرصه جمع مردم

زان زمره یکے بدمن رخ آورد
 کایے کرده طریقه خرد کم

این بیکر خاص را به طنبور
 ایضا نوا بود تو تم

جز جنبش گوش و دم چه خواہی
 اندک جعفر با چاروبی تکلم

و آنک زلف خنجر خنجر
 دانه‌ها نعل را به ایست

و دو اصل به دلالت
 و دو اصل به دلالت

این گونه کسان چه آفرینی
 اے خالقِ آسمان و انجم
 (سید چین)

۸۲

گفتم بدخرد بمخلوتِ آئس
 کائے شمع و چراغِ بختِ ایوان
 آیا ز چه رو بود کہ نواب
 لثوشت جوابِ نامِ ام بان
 آن گونه عریضہ کہ دانی
 درویشِ نوشتہ سوئے سلطان
 آن گونه نصیہ کہ گوئی
 از صفحہ دیدہ سنبلستان
 این ہر دو رسید و لیست پیدا
 زان سوائے بہ ہیچ عنوان
 رنجید مگر ز مدحِ نواب
 اے کاش نگشتے ثناخوان
 بہات چہ گفتہ ام کہ ہاشم
 از گفتہ خویشن ہشام
 عظم بہ جوابِ گنتِ غالب
 زتہار غورِ فریبِ شیطان

نواب به فکر ارمغان است
تا نامه فرستد به سامان

و آنها که به خاطرش کزشت است
زود آن همه جمع کرد نتوان

زود است که جمع نیز گردد
دیو است که دانه است فرمان

تا راه روانِ بحر و بر گردد
آوند به کوشش فراوان

دیا ز دمشق و غنم از روم
الاس ز معدن و زر از کان

فیل از دکن و زمرد از کوه
گوسن ز عراق و ثور ز عمان

فیروزه لغز از اشاپور
یاقوت گزیده از بدخشان

جازه تیزرو ز بغداد
شمشیر برنده از صفایان

پشمینه قیمتی ز کشمیر
زربفت گران بها ز ایران

بالجماء درنگ چون ازین روست
بر رخ و بلبل نیست بریان

۸۳

ہزار و دو صد و ہشتاد و دو شمار کنید
 بہ حسب ضابطہ از ہجرتِ رسولِ اللہؐ

چہار شنبہ آخر بود ز ماہ صفر
 کہ مے در آورم این قطعہ را بہ نظم نگاہ

سفید سحری کاغذ است و من راقم
 سوادِ صفحہ خطِ روئے بدسگال سیاہ

ہمیں نویسم و وقتِ نوشتنم باشد
 دلے ز بیم لبالب ، جو لب ز عذر گناہ

خدا کند کہ مشرف شود چو این قرطاس
 بہ پیشِ مستندِ عالی ز بندہ درگاہ

امیر کلب علی خان بہادر از رہِ لطف
 بسوئے غالبِ خویش جگر کنند نگاہ

کہ این فلک زدہ گر عرض کرد مصلحتے
 بہ زعمِ بندہ ز اخلاص بود ، و لا گاہ

خلافِ طبعِ مبارک افتادہ آن تقریر
 بسے خطا رود از بندگانِ دوانت خواہ

تو پادشاہ و شہنشاہ تاجدارِ فرنگ
 خطاب می طلبد پادشاہ ز شاہنشاہ

جو رائے من نہ پذیری، ز جرم من بگذر
 بحقِ اشد ان لا اله الا الله
 (سید چین)

۸۲

خجستہ جشنِ دہستان نشینی بیگم
 بہ فیضِ بہتِ نواب و یمنِ اقبالش
 جو از پئے ادب آموزیست، خوش باشد
 اگر "خجستہ چارِ ادب" بود سالش
 (اردوئے معلیٰ) ۱۲۸۳ھ

۸۵

جو نواب از بہرِ اجلاسِ کونسل
 بہ کلکتہ از راسپور آورد رخ
 عدو را بگیر و بکش زود وے را
 بہو سالِ اجلاس از "بختِ فرخ"
 ۱۸۸۲

جو گویند کز کشتنِ "وے" چہ خواہی

۱۶

بگو رفعِ اعداد وے اینت پاسخ
 (سید چین) ۱۸۶۶ع

-
- ۱ - اس کا عنوان ہے: درغیرخواہی بدیشگاہ نواب کلب علی خان جادر۔
 ۲ - نواب میرخلام باباخان سورہی کی صاحبزادی کی تقریب بسم اللہ پر۔
 ۳ - نواب رام پور کا قصبہ کلکتہ اجلاس کونسل کے سلسلے میں ۔

۸۶

مولوی احمد علی احمد قنصلی نسخہ
در خصوص گفتگوئے پارس اثبات کرده است

کلیج و مکران را که در سند است و از ایران جدا
شامل اقلیم ایران به حساب کرده است

قوم برلج را به ایرانی نژادان داده غلط
ترک 'ترکان' سمرقند و بخارا کرده است

در جهان توام بود روس و س و پشت قتل
پیشوای خویش هندو زاده را کرده است

هندیان را در زبانانی مسلم داشته
تا چه اندر خاطر والای او جا کرده است

خوش برآمد با همه هندوستان زبان چه خوش
تکبر آری بر ولادت گاه آبا کرده است

بر که بنی با زبان مولد خود آشناست
ساز نطق موطن اجداد بیجا کرده است

خواجہ را از اصفہانی بودن آبا چه سود
خائنش در کشور بنگالہ پیدا کرده است

با قتل و جابر "برهان" و لاله ٹیکچند
لاہ و سوگیری و لطف و مدارا کرده است

داوری کلمے بنا فرمود و در وے پر سہ را
منصف و مدبر اسین و مدراعظمی کرده است

گر چنین با پندہاں دارد تشو لا در سخن
من ہم از ہندم چرا از من تبرا کرده است

کرده است از خوبی گفتار من قطع نظر
ظلم زیں قطع نظر بر چشم پینا کرده است

میل او با ہر کسی از ہند و حیفش خاصی من
حیف و میلے با دو عالم شور و غوغا کرده است

مطلب از بدگفتی من چیست گوئی نیک مرد
مزد این کار از حق آسزش نمنا کرده است

ور چنین نبود چنان باشد کہ در عرض کمال
تا برآرد نام ، این ہنگامہ برپا کرده است

صاحب علم و ادب وانکہ ز افراط غضب
چون سفہاں دفتر لغری و ذم وا کرده است

در جدل دشنام کار موقیان باشد بلے
ننگ دارد علم زان کارے کہ آغا کرده است

انتقام جامع "نربان قاطع" میکشد
آہہ ما کردیم با وے ، خواجہ با ما کرده است

من میایی زادہام گفتار من باید دوش
وے بر وے گر بہ تقلید من اینہا کرده است

زشت گفتم ، لیک دارم بذله منجی داده ام
شوخیِ طبعی که دارم این تقاضا کرده است

میکند تالیدِ "برهان" لیک برهان ناپدید
نیست جز تسلیم قولش بر چه الشا کرده است

مستور طرزِ خرامِ غلبه "برهان" نگار
یا میدانست یا دانسته اخفا کرده است

بهر من توبیخ و بهر خویش تحسین جایجا
هم مرا هم خویش را در دهر رسوا کرده است

آید و بیند هان اندر کتابِ مولوی
بر چه از هنگامه گیران کس تماشا کرده است

لغو و حشو و ادعای محض و اطنابِ ممل
سار و موش و سوسمار و گُربه یکجا کرده است

بگزواژ معنی همین الفاظِ پرهم بسته ہیں
باده نبود همیشه و ساغر مهیا کرده است

باقم از دیدنِ تاریخِ هائے آن کتاب
خود بدم گفتم و به احباب خود ایما کرده است

غازیان همراهِ خویش آورده از بهر جهاد
تا نه پنداری که این پیکار تنها کرده است

جوش زد از غایتِ قهر و غضب چون در دلش
تا زبانش را بدین کاپتره گویا کرده است

آتشِ خشمی کہ سوزد صاحبِ خود را نخست
در دلش، پہچون شرر در سنگ، ماوا کرده است
چون نباشد باعثِ تشنّیعِ جز رشک و حسد
باد غالبِ غصّہ تر گزر خستہ پروا کرده است
(سید چین)

۸۷

مماہشِ گنجی در غورِ شانِ خویش
بر آراستہ لوابِ عالیِ جناب
بدشپِ زہرہ و مہ قنادیلِ مقف
بود پیشکاشِ بہ روزِ آفتاب
ز غالبِ چو پرسیدہ شد سالِ آن
جئیں گنتِ آن رفتہ خانہ خراب
ازان رو کہ در بزمِ عیش و نشاط
ز بخششِ جہانے شود کاسیاب
چو بینی طرب را نہایتِ مماند
بود سالِ آن "بخششِ بیحساب"

$$۱۲۸۵ - ۲ = ۱۲۸۳$$

خدایا پسندد خداوند کار
کہ از طبعِ غالبِ رود ہیچ و تاب
(سید چین)

- ۱ - قطعہ جو "سید برہان" مصنفہ آغا احمد علی جہانگیرنگری کے
جواب میں لکھا گیا -
- ۲ - رام پور میں ممایش کا قطعہ -

۸۸

بہقِ بادہ چنیں حکم دادہ حاکمِ وقت
کہ نے یولد ز شہر و لیورلد بہ شہر
یا بہ شام و بیاشام و سوے خانہ غرام
فقیر لایقِ لعاف است ، نے فراخورِ قہر'
(سبد چین)

۸۹

امروز شنیدام کہ از مہر
تقصیر ہر معاف کردی
در جلدے اینچیں لکوفی
جاں نذر کم کہ لہک مر دی
(سبد چین)

۹۰

از دوست ہر بندہ زہے شیشہ ہائے مے
از بندہ سوے دوست ہر شیشہ یک سلام
مے ہم فزوں و ہم بد اثر زندگی فزای
آن عمر جاوداں کہ خود اسمی بود مدام
دارم یقین کہ عمر من و آن شرابِ ناب
تا روزِ رستخیز نخواہد شدن تمام

۱۔ شراب لانے لیے جانے پر پابندی کا معاملہ ۔

ماناد دوستی که فرستاده آبِ خضر
از بهر تفت، جان اسد الله تشنه کام

آن دوست کش بقوتِ اقبالِ بے زوال
از مهر و مه سلام رسانند صبح و شام

آن دوست کش بود به تقاضای فریخت
زینت فزای ناصیه آفتاب نام

سلطان شکوه مستر الکوندر اسکنر
آن آسمانِ عز و شرف را مه بمقام

از نامِ اوست جانِ ستم دهنده را نشاط
در مدحِ اوست کلکِ پیر پیشه را خرام

از روی لطف چون دو مه سطرے رقم زند
دانی که مایهتاب درخشد از غلام

در وقتِ قهر از دهنش حرف چون جهد
گوئی که تیغِ تیز بیرون آمد از نیام

چم رتبه صاحبِ نفسی سوے من گرای
تا بایم از تو دادِ نو آئینی کلام

مے سازگار طبع ولے دستگاه کو
هر روز شغلِ باده بود عادتِ کرام

خواهم که تا ز مرگ اسالم بود به دهر
نه جرعه نوشِ جام تو باشم علی الدوام

از اولد نام کس کلن راضی وای
 نه از بوت وین آنکه شرابی ست لعل نام
 دیگر چیز دعا چه بود تا رقم کنم
 فرمان پذیر باد سحر و زمانه رام'
 (سید چین)

۹۱

ہم از ادای سپاسِ خدای عز و جل
 تئای حضرتِ نوابِ میکم انشا
 امیرِ شاہ نشان بلکہ شاہِ والا جاہ
 چنانکہ عز و علا' را ازوست عز و علا'
 چو خویش را بہ جہان پادشہ نگویند
 بہ ناکزیر توان گفت اعظم الاسرا'
 فراخورِ شرفش نیست این چنینِ تخصیص
 مگر بہ واسطہٴ رحم و علم و حلم و حیا
 توان شمارد مر او را ز اولیاء اللہ
 زبہ الیسرِ مسیح و زبہ ولیِ خدا

۱ - یہ قطعہ الیگزانڈر سکندر کو بھیجا گیا ، جس نے ملائی سے ایک نظم لکھوا کر اس کے ساتھ شراب بطور تحفہ میرزا کو بھیجی تھی ۔

خیالِ مدحتِ محمود دارم و دالم
کہ حقِ مدحِ محمود شنن ز پندہ ادا

جو حدِ نطقِ من اینست از مکارمِ مدح
بہ آن کہ صرف شود حرفِ دو سپاسِ عطا

ز بے عطائے گرانِ مایہ گرامی قدر
کہ سودِ تارکِ من از شرفِ بہ اوجِ سما

توان نکند بہ گہی بنائے ہشت بہشت
ز ہفت ہارچہ کالِ ہر یکے ست بیش بہا

ز ہفت جزو چسان ہشت جزو برسانند
مگر بہ میمنتِ فرطِ خوبیِ اجزا

حایلِ گمہر و جیفہ و دگر سربلج
جو روشنائی فلکِ یا فروغ و نشرِ ضیا

بود مشاہدہٴ مہر و ماہ و کاکشکشان
شگفت پس کہ ببینند مہر و ماہ یکجا

جو بے طلب بہ من اینہا رسیدہ است ، بود
ز ہر مطلبِ خویشم توقعِ اسفا

توقعِ آن کہ یکے ساری نکتِ باجم
ز ہیشکامِ عنایتِ والیِ والا

سہر مرتبہ دارائے دہلی و پنجاب
کہ ہرچہرِ علمِ اوست آسمانِ فرسا

به سر بلندی من عالمی نظر دارد
از آن که هر چه سر شد بلند دست دعا

حساب وسعت ملک تو باد روز افزون
شمار مدت عمر تو باد لایتمنی
(سید چین)

۹۲

الا ای شناسنده پندمه !
نباید که موجود فهمی مرا

وجود هست خارج ز من آن چنان
که در جدی طاقت و در حوت یا

مهندس اشارات دارد بهی
نه در حوت یا بهی و نه در جدی طا
(سید چین)

۹۳

مفلس اگرش مال نباشد چه کم است این
کز بیچ کس اندیشه آزار ندارد

بردار و بدو ، کینه برد دزد سید دل
با سر در تهنی دست سروکار ندارد

نکتاب چسان عرضه دید صنعتِ خود را
در خانه شطرنج که دیوار نداود
(سپید چین)

۹۴

کریل جاج ولیم هملتن
فرخنده حاکم فرزانه داود

صبحِ طرب را مهرِ دوششان
شامِ شرف را ماهِ منور

در باغِ دانش سرسبز گلشن
در بحرِ ینش یک دانه گوهر

صیتِ کمالش بر هفت گردون
ذکرِ جمیلش در هفت کشور

یا رب به گیتی با فر و شوکت
پیوسته با ادا این دادگستر
(باغ دودر)

۹۵

کرم پشه دهنی کمشنر بهادر
که لقش نکیں دلِ صامت نامش

دراں بزم ہمدون ملے را چہ یارا
کہ ہم گشتہ گردوں ز پھر سلامش
(باغ دودر)

۹۶

گویند واسے جھجھل^۱ شیریں کلام^۲ 'مرد
دیرینہ دوست رفت ازیں تنگنا دریغ
گفتم کسی ز سالِ وفاکش نشان دہد
غالب شنید و گفت چہ گویم "بسا دریغ"
^{۱۲۷۷ھ}
(باغ دودر)

۹۷

گویند رفت ذوق ز دنیا ستم بود
کی گوہرِ گراں بہ تم غشت و گل نہد
تاریخِ فوتِ شیخ بود "ذوق جنتی"
^{۱۲۶۹ھ}
بر قولِ من رواست کہ احباب دل نہد
^{۱۲۷۱ھ = ۲ + ۱۲۶۹}
(باغ دودر)

۹۸

فتح سید غلام بابا خان
خود نشانِ دوامِ اقبالست

۱ - تکیان میکموبن -

۲ - میرزا کا عزیز دوست ، جوہر سنگھ جوہر اور پیرا سنگھ کا باپ -

ہم ازین رو بود کہ غالب گفت
کہ "ظفر نامہ" ابدیءِ سالست
۱۲۸۳ء
(اردو سے معنی)

۹۹

سہ تن ز پیبرانِ مرسل
گشتند بقُربِ حقِ مشرف
عیسیٰؑ ز صلیب و موسیٰؑ از طور
ختم الرسلؑ از یراق و وفوف
(باغِ دودر)

۱۰۰

تا بود چارِ عید در عالم
بر تو یارب خجسته باد و بہیر
عیدِ شوال و عیدِ ذی الحجہ
.....
(باغِ دودر)

۱۰۱

کرد چون ناظرِ وحیدالدین ز دنیا انتقال
گفتم آہا بر کدام آئین بود سالِ وفات

۱ - ابن معبراع از نظر احصائات مذہبی زندہ بودہ لنا آنرا حذف کردہ ایم -

گلت غالب کز سر "زاری" اگر نامش براند
خرد ہمیں ناظر وحیدالدین بود سالِ وفات
(باغ دودر)

۱۰۲

طرازِ الجینِ طوی میرزا یوسف
قرار یافت دریں مہ محکمِ ربِ ودود

دوشنبہ ہفت و دوم روز از مہ شعبان
دھے کہ مہر نہد سوئے قبلہ سر بہ سجود

کرم کنند و فزایند زیبِ یزمِ نشاط
بہ امرِ فرخِ فرخندگی فزائے ورود

بہ سر برند شب اینجا کہ تا سفید صبح
ہمیں نظارہِ وقص است و استماعِ سرود

سپیدہ دم کہ ز فیضِ شمولِ نکبت کل
دمِ نسیمِ بحرِ مشکبار خواهد بود

شوند جانبِ کائناتِ عروسِ روان
بہ شادمانی بختِ مبارک و مسعود

سہس بہ ہمروی جمعِ وقتِ برگشتن
سپاسِ بندہ نوازی ہمیں توان افزود
(باغ دودر)

۱ - میرزا غالب کے بھائی یوسف خان کی شادی لاٹو بیگم سیدانی
کے بھائی بھی، جن کا خاندان فراش خانے میں مقیم تھا۔

۱۰۳

اندازہ اسم و سالِ مولود
معلوم کن از ”خجستہ فرزند“

۱۳۰۹

چون یک صد و پست و چار ماند
اہی ست شمارِ عمرِ دلہند

۱۲۸۵ = ۱۲۵ - ۱۳۰۹

(اردوئے معلیٰ)

۱۰۴

در بارہ اسم و سالِ مولودِ سعید
رفت ز غالبِ سخنور توضیح

”ارشاد حسین خان“ متینِ ہجری است
ہنر کہ ”خجستہ رخ“ بود سالِ مسیح

(باغِ دودر) ۱۸۶۸

۱۰۵

بر شب بہ قدحِ ریختے ہادۂ کلفام
آرے زدوسی سالِ سیا فاعدہ اہی بود

۱ - نواب ابراہیم علی خان وفا (پڑودہ) کے فرزند کی تاریخ ولادت -

۲ - میرزا نے ایک رباعی بھی کہی تھی :

حق داد بہ سید ز بٹے انعامش

فرخ ہسرے کہ واجب است اکرامش

تاریخ ولادت ہی ہوں بے کم و کاست

”ارشاد حسین خان“ کہ باشد ناہی (اردوئے معلیٰ)

شش روز شد اینک که همه دسترس نیست
شد غمزه تر دل که ازین پیش حزن بود

امشب چه حرایم که شب اول گور است
شش روز به بیخ و قلوامه چنی بود

لاکه در آن وقت که در قطع ره عمر
از من دو قدم تا به دم بازپس بود

یکره دو تن از شرب می منع نوشتند
و آن منع نه از بغض بل از غیرت دین بود

برچند بدان منع من از می نگذشتم
اما دم گیرای عزیزان به کعبی بود

دانی که چه شد چون زر سوداگر صبا
کش داد و ستد با من ویرانه نشین بود

بگزشت ز الدازه یابست به من گفت
دیگر ندهم باده که معمول نه این بود

با کاسه خالی چه کند کیسه خالی
تا خواسته و خواسته دل صبر گزین بود

گر زو بود از جامه دگر می طلبیدم
کو نقد در آن دست که پشش به زمین بود

در 'غزوة شعبان' چو ز من باده گرفتند
خود غالب بر مرده لشائ ز سنین بود

روشی بدر آو از مر شعبان کہ درینجا
مقصود من از تخریج البتہ ہسین بود

۱۰۶

قطعه تارخِ وفاتِ سید حسین لکھنوی

حسین ابنِ علی آبروے علم و عمل
کہ سید العلماء نقشبِ خامش بودے
نماند و ماندے اگر بودے پنج سال دگر
غمِ حسینِ علی سالِ مامش بودے
(اردوئے معلیٰ ، صفحہ ۲۳۲)

۱۰۷

ولادتِ فرزندِ میرِ سلام بابا خان

میر بابا یافت فرزندے کہ ماہِ چارده
بر فراز لوحِ گردوں گودے^۱ شمالِ اوست

تسخی بینی و بایِ بہرہ از ناز و طرب
از سرِ ناز و طرب^۲ ”فرزندِ فرخ“ سالِ اوست

$$۱۲۸۰ = ۱۲۲۱$$

۱۔ ”غم حسین علی“ کے اعداد ۱۲۷۸ ہیں۔ اگر حضرت سید العلماء
پانچ سال اور زندہ رہتے تو یہ تاریخ نکلتی۔ ۱۲۷۸ میں سے ہالیج
منہا کیے تو ۱۲۷۳ تاریخ نکل آئی۔

۲۔ ”فرزندِ فرخ“ کے اعداد ۱۲۲۱ ہوئے۔ ان میں ”سر ناز“ یعنی
ن (عدد پچاس) اور ”سر طرب“ یعنی ط (عدد نو) السٹہ جمع
کیے تو ۱۲۸۰ نکلتے جو تاریخِ ولادتِ فرزند ہے۔

۱۰۸

تاریخ وفاتِ پسرِ علانی

در گریہ اگر دعویٰ ہم چشمِ ما کرد
یعنی کہ شود ایرِ بہاری خجل از ما

ناچار بگرییم شب و روز کہ زین میل
باشد کہ برد کالبدِ آب و گل از ما

گفتی کہ نگہدار دل از کشمکشِ غم
خود کرد بر آوردِ غمِ جانِ گل از ما

بھیل شد و از شعلہٴ موزِ غمِ ہجرش
چون شمع دودِ دودِ پسرِ منصل از ما

غم دہدہ لہمی ہئی تاریخِ وفاتش
بنوشت کہ در داغِ پسرِ سوخت دل از ما

(اردوئے معلیٰ)

۱۔ تاریخ نکالنا تھوڑی تفصیل کا مقتضی ہے۔ سب سے پہلے
”داغِ پسر“ کے اعداد نکالے جو ۱۲۶۷ ہی۔ بہر ”ما“
کے اعداد میں سے ”دل“ کے اعداد خارج کیجیے، کیونکہ
”دل“ چل گیا۔ ”ما“ کے اعداد اکتالیس اور ”دل“ کے چونتیس۔
اکتالیس میں سے چونتیس نکالے، باقی سات رہے۔ یہ سات ۱۲۶۷
میں جمع کر دیے تو ۱۲۷۳ بن گئے۔ جی علانی کے فرزند بھیل
کے انتقال کی تاریخ ہے۔

۱۰۹

قطعه ' تاریخِ وفاتِ بی بخشِ حقیق

شیخِ بی بخش کہ با حسنِ خلق
داشت مذاقِ سخن و فہمِ تیز

سالِ وفاتش ز بیسے یادگار
با دلِ زار و مژدہ دجلہ ریز

خواہم از غالبِ آشفتمہ مر
گفت مدہ طول و ہکو "رستخیز"

۱۸۶۰ع

(از خط بنام منشی ہرگوپال تلنہ ، اردو سے معلیٰ)

۱۱۰

شکرِ ایزد کہ ترا با ہدوت صلح قتاد
حوریانِ رقص کنانِ ساغرِ شکرالہ زدند

- ۱ - "رستخیز" کے اعداد ۱۳۷۷ ہیں - بی بخش بی بخش حقیق کی تاریخ وفات ہے - میرزا نے ۱۸۵۷ع کے ہنگامے کی تاریخ "رستخیز ہے جا" سے لکھی ، یعنی "رستخیز" کے اعداد سے "جا" کے عدد جو چار ہیں ، منہا کہیے جائیں تو ۱۳۷۳ وہ جاتے ہیں -

تسلیاں چہرِ دعاے تو و والا ہدایت
 فرمے؎ قال بنام من دیوانہ زدند۱۴
 (بنام نواب علاؤ الدین خان بہادر، اردوئے معلیٰ)

۱۱۱

تو اے کہ شیفہ و حسرتی لب داری
 ہمی بہ لطفِ تو خود را اسیدوار کم
 چو حالی از من آشفته ہے سببِ رجید
 لوگر شفیع لکزدی بگو چہ کار کم
 دوبارہ عمر دہندم اگر ہفرضِ محال
 ہرآن سرم کہ دران عمر الی دوکار کم
 یکے اداے عباداتِ عمرِ پیشینہ
 دگر بہ پیشگیرِ حالی اعتذار کم؎

۱۱۲

فرزالم؎ بکانہ سباواؤ راجہ را
 باذا ہتائے دولت و اقبال جاودان

- ۱ - یہ تاریخ نہیں محض شعر ہیں - دواؤں شعروں میں حافظ کی غزل
 کے دو مجموعے نظم کر دیے ہیں -
 ۲ - یہ قطعہ ”ہادگار غالب“ سے لیا گیا ہے -

سپہرش ، یکے ز کارگزارانِ بارگاہ
ماہش ، یکے ز لاصیرہ سہانِ آستان

فرمود تا طرازِ گلستان کنند نو
ز انسان کہ در بہار شود تازہ بوستان

آغا کہ حق مبعردہ بہ دستش کلیدِ گنج
تا کرد خامہ وا ہنگارش گہر نشان

رخشید حسنِ جوہر الفاظ از مداد
زالسان کہ در سوادِ شب العجم شود عیان

غالب طرازِ سالِ ہدیٰ گونہ نقشِ بست
از روئے طرزِ تعبیر در معرضِ بیان

ہر کس کہ خواہد آگہی از سالِ اختتام
باید کہ دل نہد بہ "گلستانِ بے خزاں"

* ۱۲۶۵

۱۔ آغا صاحب دہلی میں میر ہندہ کش کے شاگرد اور آخری دور کے ممتاز خوشنویس تھے۔ مہاراجہ بنے سنگھ والی الور نے آغا صاحب سے "گلستان" کا ایک نادر نسخہ لکھوایا تھا، جس کی کوئی نظیر دنیا کے کسی حصے میں موجود نہیں۔ اس پر ایک روایت کے مطابق چاس ہزار روپے اور ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ روپے صرف ہوئے تھے۔ اسی نسخے کے لیے میرزا نے یہ قطعہ تاریخ لکھا تھا۔ "گلستانِ بے خزاں" سے ۱۲۳۱ لکھتے ہیں، اس میں "دل" کے اعداد (۴۴) شامل کیے جائیں تو ۱۲۶۵ بنے۔ میں اختتامِ کتابتِ گلستان کی تاریخ ہے۔ یہ گلستان ۱۸۳۹ع میں مکمل ہوئی اور بنے سنگھ نے ۱۸۵۷ع میں وفات پائی۔

۱۱۳

به روزِ حشرِ الهی چو نامهٔ علم
 کنند باز که آن روز باز خواه من است
 بکن مقابله آن را ز سرتوشتِ ازل
 اگر زیاده و کم باشد آن گناه من است

۱۱۴

بر آیم به نیروی این تیغِ نیز
 که مغزِ عدو را کم و زردیز
 عدو آن که "برهانِ قاطع" نوشت
 به گفتارِ سب و به پنجارِ زشت
 اگر گفته آید که او مُرد و رفت
 ز مغزش چه خواهی همی اے شکفت
 ز مغزش خرد جسم اما چه سود
 که در زندگی نیز مغزش نبود
 امید آن که گفتارِ آن بے پیر
 کم هم به گفتارِ زار و زار

امید آن کہ چون کار سازی کنم
بدین نامہ دشمن گداڑی کنم

زہے نامہ کز فر اقبالِ او
”یکے تیغ تیز“ آمدہ سالِ او“

(تیغ تیز ، صفحہ ۳۰ ، ۵)

۱۱۵

امینِ ملک و ممالک ، معظم الدولہ
امیرِ شاہ نشان و کرمِ ابر نوال

مران بہ معرکہ فیروز جنگ خوانندش
زہے بہ طالعِ فیروز خویش ترخ قال

ستودہ مشکاف و فرزائہ تیافلس تاسم^۱
ریاضِ شان و شکوہ و چارِ جاہ و جلال

۱۔ ”یکے تیغ تیز“ کے اعداد ۱۸۶۷ بنے ہیں ، یہی ”تیغ تیز“ کی طہامت کا عیسوی سال ہے ۔

۲۔ نام : تاسم تھیو فلس مشکاف ۔ خطابات : معظم الدولہ امین الملک انحصاص یارخان فرزند ارجمند جان بیولد سلطان۔ ۱۸۳۸ع میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت اختیار کی ۔ ۱۸۵۳ع میں ہیروولٹ بنا ، ۱۸۶۶ع میں ملازمت سے سبک دوش ہو کر ولایت چلا گیا ۔ ۱۸۸۳ع میں وفات پائی ۔

یہ قطعہ ۱۸۳۸ع کے بعد مشکاف کے بہ پیدا ہونے پر لکھا گیا ۔

مائلور قلمش نور دیدہ دولت
مکلام کرمش روح قالب اقبال

ز ترکناز سواران موکب جہش
بان سبزہ شود چرخ نیلگون ہمال

یہ منظرش چہ زنی دم زنیترِ رخشان
کہ آن در اوج ہوا طائرے ست زریں بال

کدام نیترِ رخشان کہ خود ز منظر او
پدید گشتہ در آئینہٴ فلک سبیل

زبے عطایے تو کشافِ عقدہٴ حاجات
خسے نگاہِ تو وصافِ صورتِ آمال

ز قیصر و جم و دارِ فسادِ با دایم
ولے نظیرِ تو ام نگزرد بہ وہم و خیال

مگر خدایے جہاں آفریں بہ شوکت و جاہ
نیاریدہ ترا در جہاں عدیل و ہال

یکے ہم ز مسیحا دمانِ نینِ کلام
یکے ہم ز ہا شہپرانِ اوجِ کمال

کہ چون بہ مدحِ تو روی آورم ، فروماند
زبان ز نکتہ سرائی چنان کہ گردد لال

یارگاہِ تو کز آہاں بود صحنش
ہمے کتم بہ سخن تھنہٴ دعا ارسال

برا که روتی این گلشنی مبارک باد
طرب فزائی پندرد لودمیده نهال

نهر فشائی این لعل بینی و به جهان
ز نعل عیش و طرب بر خوری هزاران سال

۱۱۶

اندی سال پیاپی که سپهر از ره مهر
کرده دنیا و بر آفاق پیاپی اثری

این شرف نامه، معنی که طلسمی ست شگرف
یافت پیرایه، امام به والا نظری

سال امام خود آنست به آئین حساب
که بر آئینه بروج فلکی را شعری

اول آحاد که چون با عشرات آمیزی
کند از روی ورق نقش دو شش جلوه گری

چون به آرایش عنوان مات آری روی
جز ده و دو نبود آفت در آنجا نگری

آن دو شش وین ده و دو اینست شمارے عجیب
روزگار است که عالم شده اثنا عشری

دائم این تذکرۂ باغ و دران باغ بود
چیش عامہ غالب دمر بادِ سحری^۱

۱۱۷

ہزار و ہفت صد و شصت و ہفت سال مسیح
کہ ماہ عید و ماہ فروری ہم بود است
کہ این نکات گرامیہ^۲ درخشنده
ز انطباع خود انوار مطمح افزود است^۳

۱۱۸

اے نشانہاے خرد در تو ہویدا تر ازان
کہ سرود از لب و آب از گہر و تاب ز مسر

ہم ز روئے تو نمودار توانائیِ راے
ہم ز غوئے تو پندیدار دل آرائیِ مسر
(کلیات نثر غالب : صفحہ ۱۷۱)

۱ - کلیات نثر فارسی (صفحہ ۹۰) میں یہ میر سیدی مجروح کے تذکرہ "طیلسم رنؤ" کے دیباچے کا قطعہ ہے جو ۱۲۹۹ء میں مکمل ہوا۔

۲ - یہ میرزا غالب کی تصنیف "نکات و رنعات" کے انطباع کا قطعہ ہے۔

فاتحہ

۱

بہرِ قزوینِ جنابِ والیِ یوم الحساب
ضامنِ تعبیرِ شایستانِ دلہائے خراب

جرمِ آمرزے کہ گم جوشد بہارِ رحمتش
بر فنائے خویش لرزد چون دلِ مجرمِ عذاب

راتش اعدائے او را در شمارِ سالِ عمر
نعلِ واژوں بندہ از ناخنِ بر انگشتِ حساب

نوحِ عمرے مالد طوفانی بہ بحرِ سطوتش
تاسر و زانو بہ سوجے باختِ مالدِ جناب

سایہ اش جز در حریمِ قدسِ نتوان یافتن
کز شکستِ رنگِ امکانِ عصمتش دارد نقاب

نغمہ چوں خون و رگِ ابریشمِ سازِ المرد
ہیبتِ نہیں اگر ریزد نہیںِ احتساب

بارگاہش را ز خورشید است خشتِ آستان
شمعِ بزمش راست گلگیرِ از دولختِ بہاناب

ہر ترویجِ چلنے کز تہبِ عصمتش
سیقلِ آئینہ بر لورِ نظر ویزد حجاب

آستانش بر نشانِ گاہِ چلانے کز ادب
حلقہٴ بیرونِ درِ گردیدہ چشمِ آفتاب

ہر ترویجِ امامِ رہنماے انس و جان
عابدِ اللہ و معبودِ خلائق ہوتراب

دلدلِ برقی آفرینش را رمے کاندو خیال
می جہد ہمعجونِ نگاہ از حلقہٴ چشمِ رکاب

ذوالفقارِ شاہدے کاندو ممناشاگہِ قتل
می کشد در شوقِ او از موجِ الف بر سینہ آب

در خیالِ صدمہٴ جان دادگانِ خربتش
می جہد از دینہٴ عیسیٰ چراغِ آفتاب

ہر ترویجِ حسنِ فرمانِ دہِ اقلیمِ دین
خسروِ عرشِ آستانِ شاہنشہٴ جنت ملک

توسنِ قدرش کہ سطحِ عرش جولانگاہِ اوست
از خمِ زالوئے جبریلِ "ابنِ داودِ رکاب

ہر ترویجِ شمعِ یکِ جہانِ عاصیِ حسین
آنکہ مینو راست از گردِ قدمِ گہشِ سحاب

در گمش را غفلِ خوابِ زلیخا فرس راہ
خمیدہ گہش را نگاہِ ماہِ کیمانی طائب

عاشقِ الله و معشوق و وفادارِ رسول^۱
لبده^۲ عشق و پناهِ حسن و جانِ بوتراب^۳

بهر ترویجِ امام ابنِ امام ابنِ امام
آدمِ آل^۴ عبا شاهنشهرِ عالی جناب

لاله را هم رنگِ چشمِ بخون آلوده اش
می زند بر لُرق از داغِ غلامی انتخاب

بهر ترویجِ عبطِ فیض^۵ باقر^۶ کز شرف
در هوای آستانِ بوسیش می بالد ثواب

بهر ترویجِ علی جعفر صادق^۷ که اوست
وارثِ علمِ رسول^۸ و خازنِ سترِ کتاب

تکیه جز بر قولِ او کردن خطا باشد خطا
واه جز بر جاده اش رفتن عذاب آمد عذاب

بهر ترویجِ شهیدِ کظم^۹ که در هر عالم است
چون قضا حکمش روان و چون اندر رایش صواب

بهر ترویجِ رضا^{۱۰} کز بهر تعبیر جهان
گشته معیارِ کرم را جاده^{۱۱} راهش طناب

۱ - امام زین العابدین^۱

۲ - امام مهد باقر^۲

۳ - امام جعفر صادق^۳

۴ - امام موسی کظم^۴

۵ - امام علی رضا^۵

بہر ترویجِ تقیؑ کا اندر سماشا گاہِ اوست
طاقِ ایوانِ آسمانِ مراآتِ روشن آفتاب

بہر ترویجِ تقیؑ کزؑ بہرِ تقریبِ نیاز
ہدیہ آوردست برگسِ دان بہ ہزمشِ مہتاب

بہر ترویجِ حسنؑ آن آفرینشِ را پناہ
کزِ ترفعِ آسمانشِ عرشِ را باشد جواب

ژنیؑ سیس بہرِ ظہورِ مہدیؑ صاحبِ زیان
ظلمتستانِ شبِ کفر و حسدِ را آفتاب

قول و فعلش بے سخنِ کردار و گفتارِ نبیؑ
رسم و راہش بے تکلفِ رسم و راہِ ہوترابؑ

جہذا سعارِ کیتی کزِ ہٹے تعبیرِ دین
در کف از سرِ رشتہٗ شرعِ نبیؑ دارد طباب

تا بھوید خویش را ز آئینہٗ رخسارِ او
شاہدِ دینِ نبیؑ از چہرہٗ ہر داورِ نقاب

اہرِ لطفش ز آتشِ دوزخِ بیالاید بہشت
برقِ قہرش اہرِ رحمتِ را کند دودِ کباب

۱ - امام تقیؑ

۲ - امام تقیؑ

۳ - امام حسن عسکریؑ

۴ - امام مہدیؑ جنہوں امام غائب مانا جاتا ہے

بعد ازین بهر شهیدانے که خوش جای داده اند
در شهادت گاه ، شاه کر بلا را در رکاب

شیم از بهر ترویج علمدار حسین^۲
پیشوائے لشکر شیر و اینر بولراب^۳

حضرت عباس عالی رتبه کز ذوق حضور
زخم بر اجزائے تن پیمود و بر دل فتح باب

یا علی^۴ دانی که رویم سوئے تست از هر نورد
هر چه آغازم مخاطب دامت در هر خطاب

سوئے آتش دیده را ساختم که بهر خویشتن
حلقه^۵ دایر فنا گردیدم از پیچ و تاب

غافل از رفتار عمر و فارغ از تکمیل عشق
رفته از غفلت در آغوش وداع دل به خواب

نقد آگاهی به و بهر فرصتی در باغ
دست خالی پر سر و دل در نورد اضطراب

خود تو می دانی که گم گردیده دشت امید
تنبه تر می گردد از بے آبی موج سراب

دل ز کوا افتاد و پا از زور و دست از هم شکست
جاده ناپیدا و منزل دور و در رفتن شتاب

فلش نتوان گشت یعنی شاید مقصود من
جز به خلوت گاه اسرار تو نکشاید نقاب

شعلہ شولے ہوس دارم ز کانونِ خیال
کاتشرِ سردہ را بخشد نویدِ التہاب
دین و دنیا را بلا گردانِ نازت کردہ ام
جلوہ رنگین تر از جنت کہ باقم کلیاب

۲

ہر ترویجِ نبی "حاکمِ ادیان و ملل
کارفرماے نبوت اہدأ ہم ز ازل
ہر ترویجِ گلِ روضہ عصمت زہرا"
آن بہ تقدیسِ چو ذاتِ صدی عشر و جل
ہر ترویجِ علی "آن کہ بہ نزدِ جمہور
قبلہ آلِ رسول است و امامِ اول
ہر ترویجِ حسن "چشم و چراغِ آفاق
کہ خیالش دید آئینہ جان را صیقل
ہر ترویجِ حسین "آنکہ دو چشمِ جبریل"
از پئے سرمہ خاکِ درش آمد مکحل
ہر ترویجِ امام ابنِ امام ابنِ امام
آدم آلِ عبا ز آدم و عالم افضل
ہر ترویجِ گلِ باغِ ہدٰی باقرؑ
آنکہ جان دادہ مخالف ز ہمیش چو جعل

بهر ترویجِ حقِ ناطقِ امامِ صادق^ع
آنکه دانایِ علوم است و توانایِ عمل

بهر ترویجِ شهرِ موسی کافم^ع که بود
جلوه^۱ طور به آرایشِ بزمنی مشعل

بهر ترویجِ رخا^۲ ضامنِ غربتِ زدگان
خضر را ناصیه بر خاکِ درش مستعمل

بهر ترویجِ تقی^۳ و زبش ترویجِ تقی^۴
بر دو در دفترِ ایجادِ دو فردِ اکمل

بهر ترویجِ حسن^۵، عسکرِ دین را سالار
بسته^۶ بارگش گنبدِ گردونِ بمثل

بعد ازین بهر طلوعِ منیرِ اوجِ عرفان
مظهرِ عدلِ حقیقی و امامِ اعدل

حضرتِ مهدی^۷ پادی که وجودش باشد
شانِ ماضی و گرانِ مایگیِ مستقبل

بهر ترویجِ شهیدانِ گرامی پایه
با دل و جانِ رسول^۸ عربی هم مقتل

متجا از بَش ترویجِ علمدارِ حسین^۹
آنکه در لشکرِ اسلام بود میرِ اجل

بهر جمعیتِ آنان که درین الهجند
یقینے بری از ریب و مبترا زِ خال

در حقِ غالبِ بیچاره دعاے کم دگر
نکشند دردِ سرِ تاب و تبِ طولِ امل

شاد شادان به لطفِ بال کشاید کم شود
گردِ آن بادیه از بهرِ صداعش صندل

بر رود زینِ تنِ خاکی بهفضای ارواح
قارخ از کشمکشِ سلوتِ سرخج و زحل

نوحه

۱

اے فلک شرم از ستم بر خاندانِ مصطفیٰ -
داشتی زین پیش سر بر آستانِ مصطفیٰ -

اے بہ سہر و ماہ نازان ، بیچ میدانی چه رفت؟
از تو بر چشم و چراغِ دودمانِ مصطفیٰ -

سایہ از سروِ روانِ مصطفیٰ - گفتد بہ خاک
ہاں ، چه بر خاک افگنی سروِ روانِ مصطفیٰ -

کرمی بازار اسکان خود طفیلِ مصطفیٰ - ست
ہی چه آتش می زنی الدر دکانِ مصطفیٰ -

کینہ خواہی ہیں کہ با اولادِ امجادش کنی
آئید با ما کردہ اعجازِ بنانِ مصطفیٰ -

نیک نبود کز تو بر فرزندی دلہندش رود
آئید رفت از مرتضیٰ بر دشمنانِ مصطفیٰ -

یا تو دانی مصطفیٰ - را فارغ از ریغِ حسین
یا تو خواہی زین مصیبت امتحانِ مصطفیٰ -

یا مگر گاہے نہ دیدی مصطفیٰ را ہا حسینؑ
یا مگر ہرگز نبودی در زمانِ مصطفیٰؑ

آن حسینؑ است این کہ سودے مصطفیٰؑ چشمش بہ رخ
بوسہ چوں باقی نہ ماندے در دہانِ مصطفیٰؑ

آن حسینؑ است این کہ گفتے مصطفیٰؑ "روحی ہذاک"
چون گذشتے نام پاکش بر زبانِ مصطفیٰؑ

قدسیان را نطقِ من آوردہ غالبِ دو سابع
گشتہ ام در لوحِ خوانی مدحِ خوانِ مصطفیٰؑ

۲

اے کج اندیشہ فلکِ حرمتِ دینِ بایستے
علمِ شاہِ لکون شد، نہ چنیں بایستے

تا چہ افتاد کہ بر نیزہ سرش گردانند
عزتِ شاہِ شہیدان بہ ازین بایستے

حیف باشد کہ نقدِ خستہ ز توسن بر خاک
آنکہ جولانِ گہ او عرشِ بریں بایستے

حیف باشد کہ ز اعدا دمِ آہِ طہید
آنکہ سائل بہ درخِ روحِ امیں بایستے

تازیان را به چکر گوشه " احمد " چه لزاج
 وطن اصلی این قوم ز چیں بایسته
 ایها القوم ! تنزل بود از خود گویم
 میهن بے خطر از خنجر کیی بایسته
 سخن این است که در راه " حسین " این علی
 پویه از روی عقیدت به چیں بایسته
 چشم بد دور ، به هنگام تماشاے رخس
 رونما سلطنت روی زمین بایسته
 داشت نا خواسته در شکر قدومش دادن
 اگرش ملک و گر تاج و نگین بایسته
 چون به فرمان خود آرائی و خود بینی و بغض
 آن نگردید که از صدق و یقیی بایسته
 با اسیران ستم دیده پس از قتل " حسین "
 دل نرم و منشر سهر گزینی بایسته
 چه ستیزم به قضا ، ورنه بگویم غالب
 " علم " شاه نگویند شد ، نه چینی بایسته

۳

وقت است که در بیچ و خم لوحه سرائی
 سوزد نفس لوحه گر از تلخ آوازی

وقت است که در صحنه زنی آلِ عبا را
سربلند، حدائی شود و رنگِ هوا

وقت است که جبریل ز بهایکی دود
غم را ز دلِ قاطعه^۱ خواهد به گدائی

وقت است که آن پردگیان کز ره تعظیم
بر درگمِ شان کرده فلک نامیده ساقی

از خیمه^۲ آتش زده عریان بدر آیند
چون شعله دخال بر سرِ شان کرده ردائی

جلها همه فرسوده^۳ تشویشِ اسیری
دلها همه خون گشته^۴ اندوهِ ربائی

ای چرخ چون آن شد، دگر از بهر چه کردی؟
ای خاک چو این شد، دگر آسوده چرائی؟

خون گرد و فرو ریز، اگر صاحبِ مهتری
برخیز و بخون غلط، گر از اهلِ وفائی

تشبهات حسین^۵ ابنِ علی^۶ در صفِ اعدا
اکبر نو کجا رفتی و عباس کجائی؟

توقیر شفاعت که پیغمبر^۷ ز خدا داشت
از خونِ حسین^۸ ابنِ علی^۹ یافت روانی

فریاد از آن حاملِ منشورِ امامت
فریاد از آن نسخه^{۱۰} اسرارِ خدائی

فریاد ازان زاری و خوناہم فشان
 فریاد ازان خواری و بے برگ و توان
 فریاد ز بیچارگی و خستہ درونی
 فریاد ز آوارگی و بے سر و پائی
 غالب جگرے خون کن و از دیدہ فروبار
 گر روئے شناسِ عمرِ شاہِ شہدائی

۲

سروِ چمنِ سروی افتاد ز پا ، ہاے
 شد غرق بہ خونِ پیکرِ شاہِ شہدا ، ہاے
 بر خاکِ رہ افتادہ قنہ ہست ، سرش کو ؟
 آن روئے فروزندہ و آن زقبِ دوتا ، ہاے
 عباسِ دلاور کہ در آن راہروی داشت
 شمشیرِ بدیک دست و بہ یک دست لوا ، ہاے
 آن قاسمِ کلکوں کفنِ عرصہٴ محشر
 وان اکبرِ خونیں کنِ میدانِ وعا ، ہاے
 آن اصغرِ دلخستہٴ پیکلِ جگرِ دوز
 وان عابدِ عیدیدہٴ بے برگ و لوا ، ہاے
 اے قوتِ بازوے جگرِ گوشہٴ زہرا
 دستِ تو بہ شمشیرِ شد از شانہ جدا ، ہاے

اے شہرہ بہ داسادی و شادی کہ نہ داری
کافور و کفن ، بگزم از عطر و قبا ، ہاے

اے مظہر انوار کہ بود اہل نظر را
دیدار تو دیدار شیر ہر دو سرا ، ہاے

اے کابنِ نورستہ گزار سیادت
نایاتہ در باغِ جہان نشو و نما ، ہاے

اے منبعِ آن ہشت کہ آراہشِ خلدند
داغہ کہ رسن شد بہ گلوی تو ردا ، ہاے

بالغِ لطوائفِ روشِ دینِ لہی ، حیف
قدسی گہوانِ حرمِ شیرِ خدا ، ہاے

ماتمِ کدہ آن خیمہ غارت زدگان ، حیف
غارت زدہ آلِ قائلہ آلِ عبا ، ہاے

آہِ تابشِ خورشیدِ درانِ گرمِ روی ، حیف
وانِ طعنہ کفار در آن شورِ عزا ، ہاے

غالب بہ ملائک نتوان گشت ہم آواز
اندازد آن کو کہ شوم نوحہ سرا ، ہاے



شد صبح بدان شور کہ آفاقِ ہم زد
مانا کہ ز خونِ ریزِ بنیِ طاعنہ دم زد

تا تلخ شود خوابِ سحر ، و ز شرِ شبنم
شورابه اشکے به رخِ اهلِ حرم زد

چون است که دستی نزند آبله کز قهر
گل ز آتشِ سوزان به سرِ طرفِ یخیم زد

حاشا که چنین خیمه توان سوخت ، مگر دهر
بر کند آزی وادی و در دشتِ عدم زد

گوئی بخی این خنجر بیداد فسان بود
آن سنگ که کافر به شهنشاهِ آدم زد

عباسِ علمدار کجا رفت که شیر
دستے به پلارک زد و دستے به علم زد

زین خون که دود بر رخِ شیر " توان یافت
کالو ره دین شاه چه مردانه قدم زد

نشکفت که باله بخود از نازِ شهادت
کشی خاسه " تقدیر به نام که رقم زد

هی کاتبِ تقدیر که در زمره " احیا
چون نامِ حسین " ابنِ علی " زلفِ قلم زد

زین حیف که بر آلِ رسول " عربی رفت
آمد اجل و دست به دامنِ سم زد

این روز جهان سوز کدام است که غالب
شد صبح بدان شور که آفاق بهم زد

مخمس

در سهد دستبرد به اژدر کند علی^۳
 دفع نزاع باز و کبوتر کند علی^۴
 از جور چرخ پرستش من گر کند علی^۵
 زور آزمائی که به خیر کند علی^۶
 دائم یان به گنبد بے در کند علی^۷

رسم ست خسروانه که شاهان به روز بار
 گیرند کار خویش ز دستور و پیشکار
 دستور شه نبی^۸ و خداوند دستیار
 میگویم و هر آینه گویم هزار بار
 کار خدا به عرصه^۹ محشر کند علی^{۱۰}

گر کار تست هرزه ، برو کوهکوه بگرد
 چون سوقیان به عربده در چار سو بگرد

سلطان دین علی^{۱۱} ست یا گرد او بگرد
 جان زوینا پذیر و درین جستجو بگرد

کز عرقه^{۱۲} خیال تو سر بر کند علی^{۱۳}

ایمان و ہنر خواجہ چراغ ست و تند باد
یا رب کسی لیم ہوا و ہوس مباد

با وے لیام از ستر روزگار باد
دی پر خور ز دانش و دانش رسد بہ داد

تلا کار دی بجایے پیسر کند علیؑ

روے لکوی خواجہ نہ بیند گر بخواب
اصحاب کھن را نبود زینہار تلب

شد کلم بخش ہر کہ ز شاہ است کامیاب
دریوزہ فروغ کند از وے آفتاب

گر ماہ را بہ ماہ توانگر کند علیؑ

یزدان کہ مست کرد روان را بہ ہوسے او
آویخت ہشت خلد بہ یک تار ہوسے او

چشم مباد گر لگرم جز بہ ہوسے او
جرم ہزار رند پیخشم بہ ہوسے او

گر خود سرا بہ محکمہ داور کند علیؑ

گفتم بود فروغ جالش نظر فروز
گفتم بود نگاہ عتاش نظارہ سوز

گویم کہ نطق تشنہ گفتن بود ہنوز
ہنر وے آفتاب نماید چراغ روز

در چاشتگہ چراغ اگر ہر کند علیؑ

اینک شیوعِ فتنه^۱ روزِ قیامت است
 پیدا ز هر نوود هزاران علامت است

اسلام را دگر چه امید سلامت است
 بر دستِ آن که خاتمِ قوسِ امامت است

آرایشِ جهان مگر از سر کند علی^۲

هر چند چرخ قاعده گردانِ عالم است
 بعد از ای، امام نگهبانِ عالم است

اندر کفِ امام رگِ جانِ عالم است
 دل داعیِ ره نوودیِ سلطانِ عالم است

بازش بجایِ خویش مقرر کند علی^۳

بر آستانِ سرورِ عالم نشسته ام
 اندوه ناک رفته و بے غم نشسته ام

جنگم چرا به خلق چو من هم نشسته ام
 از خواجه ناشِ خویش مقدم نشسته ام

رحمے به حالِ غالب و فتنه کند علی^۴

توکیب بند ، ترجیع بند

ترکیب بند

۱

آن سحر خیزم کہ ماہ را در شبستان دیدہ ام
شب نشینان را دریں گردندہ ایوان دیدہ ام

اینت خلوت خانہ روحانیان کالجہ ز دور
زہرہ را اندر ردای نور عربان دیدہ ام

ہر یکے فارغ ز غیر و ہر یکے نازان بہ خویش
لولیے را در دو عشرت گہ دو مہان دیدہ ام

ہرگز امے نادان بہ رسوائی نہ بندی دل کہ من
ماہ را در ثور و کیوان را بہ میزان دیدہ ام

رفقہ ام زان ہن بہ سیر باغ و مرغیان را بہ باغ
سر بہ رسم خواب زہر ہال پنہان دیدہ ام

کلک موج نکمت کل دم ز گردش ناز دہ
نامہ فیض سحر بنوشتم عنوان دیدہ ام

شانہ باد سحر گاہی بہ جنبش ناسفہ
طرقہ سبیل بدیالی بر پریشان دیدہ ام

باد سرمستانه می چنبد و شبنم می چکید
خنجر را در رخت خواب آلوده دامان دیده ام

صبح اول گوهر وے کس لیورد از حیا
صبح ثانی را بریں پشکامه خندان دیده ام

مهرم را ز کوهستان روزگارم کردماند
تا به حرفم گوش نمید خلق ، خوایم کرده اند

چشم از انجم به دیدار عزیزان روشن است
شام پندارم جواهر سرمه چشم من است

تا چه بنایند ، بان باید نظر بر پرده دوخت
ظلمت شام است جلباب و بر اختر روزن است

رایان چرخ را آنجا که جز خاک نیست
جان پاک از اختران بیند اثر تا در تن است

ای که گفتمی هفت کوکب در شمار آورده ام
زان میان بهرام شور انگیز و کبوان پُر فن است

دشمنی دارم برون زین هفت ، کز غارت گری
هم به شب دزد دمتاع و هم به روزم ریزن است

اهل معنی را نگهدارد به سختی آسمان
سفلہ را بر گنج زرینی که بند از آهن است

لطف طبع از مبداء فیاض دارم ، نه ز غیر
دشت را خود رو بودگر سرخ گل ور سوسن است

کار چون نازک بود علت لگتجد در میان
 غنچه در تنگی قبایش بے نیاز از سوزن است

از عطارد نبودم فیض سخن کال تنگ چشم
 خود به حکم ہم فنی از رشک یا من دشمن است

من که با ساق ز والائی فروناید سرم
 آفتاب آسا به زور خویش گردد ساغر

روشنای چرخ در جمع اسیرانش مسم
 نور چشم روزن دیوار زندانش مسم

ثابت و ستار گردون را رصد بستم به علم
 رشته تصبیح کوهر های غلطانش مسم

بے ز دانش کامیاب و بے به سختی تنگ دل
 شرمسار کوشش برجیس و کیوانش مسم

در لثمی شهره دهر از تہی دستی است چرخ
 رفته مسکین را ز یاد و گنج پنهانش مسم

تیر نازد گر به ادریسی به خاک اندازمش
 زہر نازد گر به ہائسی سلوانش مسم

کعب یا من از سروت عذر خواہ ہای ریش
 وز ادب شرمندہ خار مغیلانش مسم

در غریبی خویش را از غصہ در دل می علم
 خورده ام از شستہ علم تیرے کہ پیکانش مسم

نوش چون رام لب گیرد ، ادا فہش نیم
نیش چون مغز دلم کاود ، زبانداش مہم

مائندہ ام تنها بہ کنج از دور ہاش ہاش وضع
خانہ دارم کہ ہندارند درہاش مہم

ہایہ* من جز بہ چشم من نیاید در نظر
از ہندی اخترم روشن نیاید در نظر

خون گریستم گریہ گلہانگِ مہاشا زد بہ من
چشم آن دارم کہ غم خود زین سہس سازد بہ من

شاہد من ہایہ* من در وفا داند کہ چیست
می کشد عمداً ہناز ، آنگاہ می نازد بہ من

با من اندر ہمنشینان روی گرداند ز من
بہ من اندر نازنینان گردن افرازد بہ من

درخت خونم بر سر رہ تا حنا بندد بہ ہایہ
کرد خاک راہ خویشم تا فرس تازد بہ من

چون بغیر از عمر کان مفت است ہجہم مایہ لیست
نبودم بجز زبان گر چرخ کیج بازد بہ من

بر منش دستے تواند بود زان بالا ترم
دل نیازم شیر گردوں ہنجہ گر بازد بہ من

ہر کہ را گردوں بلند آوازہ تر خواہد بہ دہر
نوبت شاہی دہد وانگاہ بنوازد بہ من

پادشاهان را ثنا گفتن نه کار بر کس است
دیده و شاه چه که کار گفتن اندازد به من

ور تو گوئی پادشاه را مایه نبود بیم لیست
خود به شاهان مایه بخشم گر پردازد به من

آن که چون در ملک هستی حکم شاهی زند
حکم شاهی به طغرای پادشاهی زند

نوپار آمد که رقص بر سر دیوار گل
سرگشت چون شعله شمع از درون خار گل

عاشقان با عندلیبان دشمن و من در شگفت
کز چه ماند ، گرچه خوش باشد بروی یار گل

هم به دشت از کوه تا بنگاه دهقان لاله زار
هم به شهر از باغ شه تا خانه خنجر گل

قائل ما چون سبک دست است ما هم سر خوشیم
سر ز دوش افتاده و نفتاده از دستار گل

او بر از لیلی و لیلی نازک و هم جان کناز
بر سر آشفته بجنون مزن زنهار گل

بستر خام سازد رنج ، زان ترسم که دوست
دالدم در شب به بالین دیده خونبار گل

آسمان سرگشته بود ، آوردگی جسم ز خاک
باغبان بیکانه بود آوردم از بازار گل

چند از باد و من انگارم کہ چون چنبدہ سہر
گشتہ از فریادِ مرغانِ چمن بیدار گل

چون نہ لرزد شاخِ گل برخویش چون بیند کہ باد
از وے افشاند بہ پایِ حیدر کتراز گل

آن کہ در معراج از ذوقِ رخِ زیبای او
خواجہ را در چشم حق ہیں بود خالی جائے او

صبح سرمستانہ پیرِ خائفہ را در زدم
او سخن سرکرد از حق ، من دم از حیدر زدم

شیخ حیران ماند در کارِ من و غافل کہ من
بوسہ با از ذوقِ پایِ خواجہ بر منبر زدم

کرد پادش در صفِ اوباش دوشم شومسار
خشتِ از خم کنندہ را بر شیشہ و ساغر زدم

بزمِ شوقش را نو آئیں شمع و خوش پروانہ ایست
بسکہ بیتابانہ خود را بر دمِ خنجر زدم

یاتم خاکِ ز راہش اشکِ شادی و غم
خواست از من پادشاہش خندہ بر السر زدم

عذر از حق خواستم تا خواجہ را گفتم ثنا
رشتہ از جان تاتم تا صافہ را مسطر زدم

محضرے آورد قاصد از علی التہیان
پیش از آن کز خویش پرسم 'سہر پر محضر زدم

ذوقِ پابوشِ چنگر را تشنه تر دارد به وصل
در بهشت از گرمیِ دل غوطه در کوثر زدم

بر نتاجِ آرزوئی چاره در دل خستگی
تکیه کردم بر علی^۳ تا تکیه بر بستر زدم

ناتوانی را که لطفش طرح فیرو افکند
نریخی حرزِ قسوس سازان ز بازو افکند

در عدم پندارِ پیدائی سلیمان زانسته
آه ازین عالمِ گرش در چشم مورے جانسته

بستی ایزد را و عالم سیمای ایزدی است
لاجرم هر ذره را آن فتره در سیاسته

بر لوا نامِ دگر دارد ز فرقِ زیر و بم
ورنه خود یک زخمه و یک تار و یک آوستی

دو تماشاگاه جمع الجمع بر وفقِ محمود
قطره با سرچشمه و سرچشمه با دریاسته

گر صمد گویند در حق کثرتِ الدر ذات نیست
ما علی^۳ گفتیم و آن هم اسمی از اسماست

جنبشِ بر شئی بهالین است کل شئی در وجود
هم بدان ساز است گر پنهان و گر پیداسته

نطقِ من گر صورت شاید گرفته فی المثل
جایِ گرد از رنگزارش بوی گل برخاسته

دینِ حق دارم معاذِ الله نصیری لیست
گر نبدالد عیب جو بارے خدا دالستے

با علی دیر است عهدِ حق پرستی بسته ام
وان یروزے بود کش روزِ ازل فرداستے

حرفِ حق از خواجہ یادم بود تا گفتم ہلنی
ذوقِ ایمان در نہادم بود تا گفتم ہلنی

مرد نبود کز ستم بر خاطرش ہارے رسد
ہم ز خود رنجم گرم از دشمن آزارے رسد

در رہ یارم ز رشکِ ہارے رہ بے ارے خود
خون قتد در دل ز رخے کز سر خارے رسد

بج فروشم در مموز و کلیہ دور از چار سوست
میروہ سرمایہ از کف تا خریدارے رسد

راحتِ ما را ز ہرنکی ہرات آورده اند
بت ہرستان را سلام از نقشِ دیوارے رسد

دانشِ آن باشد کہ چشمِ دل بہ حق بینا شود
نے گمانِ باطلے کز وہم و ہندارے رسد

طور و تخیلِ طور نبود کرجہ در خرگوشِ خویش
ہر کس افروزد چراغے چون شبِ تارے رسد

از دمِ بادِ سحرگاہی دل آساید ولے
جایِ قزا تر باشد آن کز باسمن زارے رسد

خوش بود در یوزه فیض الهی از علی^۳
گرچه از بر در نصیب بر طلب کارے رسد

کهنه دائم گر دهنم طلیسان مشتری
تازه کردم از ردای خواجه گر تارے رسد

عاشقم لیکن نمدانی کز خورد یگانه ام
پوشیارم با خدا و با علی^۳ دیوانه ام

غالباً حسن عقیدت بر نتاج یش ازلی
هم ز خود بر خویش منت بر نتاج یش ازلی

نیست ز اسای الهی بر زبانم جز علی^۳
بے خودم باس عبت بر نتاج یش ازلی

بسته ام دل در هوای ساقی کوثر به خدا
طعنه از حوران جنت بر نتاج یش ازلی

خاصه از بهر نثار پادشه نخواهم همی
آبروی دین و دولت بر نتاج یش ازلی

در نجف وقت نماز آرم به سوئے کعبه روی
قید قانون شریعت بر نتاج یش ازلی

باده در خلوت به عشق ساقی کوثر خورم
ناز شیر ناموس نسبت بر نتاج یش ازلی

عاشق شایم نه کافر، عشق شایان کفر نیست
از خلط شایان شایان بر نتاج یش ازلی

چون بخوام روئے نناید نیم بر سرگِ دل
جان گذارمے حسرت بر نتایم ییش ازین

بوده ام رهبر تا ذوقِ سلوکم روئے داد
لاجرم رنجِ ریاضت برنتایم ییش ازین

از فنا فی الشیخ مشہودم فنا فی اللہ ہاد
معو گشتم در علیؑ ، دیگر سخن کوتاہ ہاد

۲

اے دل بہ چشم زخمر حوادث نگار شو
اے چشم از تراوشِ دل اشکبار شو

اے خون بہ دیدہ دردگذار چکر فرست
اے دم بہ سینہ دودِ چراغِ مزار شو

اے لب بہ توجہ نالہٗ جانکاه سازد
اے سر بہ غصہ خاکِ سر رہ گزار شو

اے خاک چرخ گر نتوان زد ز جادرای
اے چرخ خاک گر نتوان شد شیار شو

اے لوحِ چوں تنِ بسمل بہ خون بخلط
اے روزگار چوں شبِ بے ماہ تار شو

اے مہتابِ روئے بہ سیلِ کبود کن
اے آفتابِ داغِ دلِ روزگار شو

اے نغمہِ بادِ صبح وزیدِ این قدر غصہ
اے رستمخیزِ وقت رسیدِ آشکار شو

آہِ این چہ سیلِ بود کہ ما را ز سرگزشت
تہا ز سر سگو کہ ز دیوار و درگزشت

بگزر کہ بر من و تو جفا کرد روزگار
با پادشاہِ عہد چہا کرد روزگار

شاہِ سخنِ سراے سخنور نواز را
در بزمِ عیشِ لوحہ سرا کرد روزگار

شاخے کہ بود موسمِ آتش کہ بردہد
از نخلِ عمر شاہ جدا کرد روزگار

مرگِ این چنین رخ و تنِ نازک ندیدہ بود
کامِ اجل بہ ہدیہ روا کرد روزگار

شہزادہ خُرد سال و بود روزگار پیر
شوخی بہ شاہزادہ چرا کرد روزگار

قرزندِ پادشاہ نہ شناسد معافہ
آہوشِ گورِ پیر چہ وا کرد روزگار

اے آن کسان کہ خاکِ رہِ شہریار را
توجہِ آہرے شاہ نکرد روزگار

ہر چند ہے اجل نتوان پیچ گاہ مُرد
آتش بہ خود زژد کہ فرخندہ شاہ مُرد

اے قوم خویش را بدشکب استخوان کنید
این کار را بہ شیوہ کار آگہاں کنید

ملکست شاہزادہ و در وہ خطر ہے است
منعش ز عزمِ رہروی آن جہاں کنید

از میوہ و گل آہجہ دلش خواہد آن دید
از حیلہ آہجہ راے شاہ ہشد آن کند

ہر حرفِ دلنشیں کہ بگوئید و نشنود
آن گفتہ را بہ عہدہ خاطر نشان کنید

وہ خود ز رفتش نتوانید باز داشت
بخلود شوید و جامہ درید و لغان کنید

گیرید دشنہ در کف و ہم ہر جگر زہید
تا سہ را ز دہدہ فزون خوچکان کنید

زہار ہش شاہ مگوئید و ہے خبر
کابوت را بہ جانبِ مراد روان کنید

اے اہلِ شہر مدفنِ این دودمان کجاست
خاکم بہ فرقِ خواہگیر خسروان کجاست

ژان سبز خط کہ ہر رخِ او نامیدہ ماند
گردے بہ دل نشست و غبارے بہ دیدہ ماند

ہستائیان ہم ماتم شہزادہ بیخودند
زین رو بود کہ یزید کل دریدہ ماند

خون گشت و در دل و چکر دوستان قتاد
آن ہادہ ہائے تاب کزو لاکشیدہ ماند

دو مدح شہزادہ سخن ہائے دلپذیر
دردا کہ ہم نہ گفتہ و ہم ناشنیدہ ماند

دو وادی علم نتوان رفت با حشم
ماند آئیم بود و صاحب عالم جریدہ ماند

زان گلبنی کہ صرصر مرگش ز ہا نکند
خارے ہم یادگار ہم دل با خلیدہ ماند

اخلاق شہزادہ بود دلنشین خلق
یوے ز آن شگفتہ کل نورسیدہ ماند

آن سرو ماہہ دار کہ ہارش نبود ، کو ؟
و ان لو کل شگفتہ کہ خارش نبود ، کو ؟

دستے ست اے سپہر ترا در ستمگری
بارے برم ز جور تو پیش کہ داوری

نیرنگ ساز چرخ کہ بیداد خوے اوست
با کل کند سوس و با شاخ صرصری

داغم ز روزگار کہ شہزادہ بر نخورد
از خوبی و جوانی و فرخندہ گوہری

حیف است 'مردش' که در ایام کودکی
بود استادِ قاعده^۱ بنده پروری

شبه در ده و دو سالگی کرده کدخدای
با قر خسروانی و نرتابِ قیصری

تا که روزنامه^۲ عمرش دریده شد
امضا پذیر نشده توفیقِ شوهری

جز نو عروسِ صاحبِ عالم نیافتند
دوشیزه^۳ که بیوه کنندش به دختری

زیبای و جوانی فرخنده شاه حیف
آن لونهالِ سرو قدِ کجِ کلاه حیف

ای ره نوردِ عالم بالا چگونه ای؟
ما بے تو در بهیم ، تو بے ما چگونه ای؟

از سایه در غمِ تو سیه پوش شد بهما
ای خفته در لشمنِ عتقا ! چگونه ای؟

زان پس که با تو آب و هواے جهان نساخت
در روضه^۴ جنان به مملکتا چگونه ای؟

با گل رخانِ دهر وفایِ نداشتی
با حوریانِ آینه سیا چگونه ای؟

ما بخودان به حلقه^۵ ماتم نشسته ایم
از خویشتن بگوی که تنها چگونه ای؟

بے مطرب و اندیم و غلامانِ خرد سال
بے بالغ و قلند و لبِ دریا چگونہ ای؟

بعد از تو شاہ خیلِ ترا برقرار داشت
این جا عزیز بودہ ای، آن جا چگونہ ای؟

اے بعدِ مرگ رالہ خواہ تو عالمے
بروانہ چراغِ مزار تو عالمے

گفتارِ را بنوحہ گری چیدہ ام احساس
در نوحہ شاعری مکتدہ از من التماس

در پردہ سنجی از دمِ خویشم رسد گزند
در وہروی ز سایہ خویشم بود ہراس

من مہمان و جوخِ سپہ کاسہ میزبان
دردی خورِ ہلاکم و تلخابہ نوشِ لباس

باقی نہ ماندہ اشک چہ گرم بہ ہائے ہائے
از کار رفتہ دست چہ بر تنِ درمِ لباس

مر حلقہٴ لباسِ لشیانِ ماتم
اندوہِ ہمدانِ شہ از خود کم تپاس

چون بود بزمِ ماتمِ شہزادہ بے خروش
من دمِ زدم ز تلخِ لوائی بریں ہلاص

از نوحہ عرضِ لطفِ سخن می توان گرفت
غالب سخنِ سوائے و شہنشاہ سخن شناس

یا رب جهان ز فیض تو یا برگ و ساز یاد
عمر ابو ظفر شمع غازی دراز باد^۱

۳

زین غرابی که در جهان افتاد
بگزر از خاک کلهای افتاد

چشم و دل شوقِ خونِ یکدگر است
زین کشاکش که در میان افتاد

می کشد بے ستان و دشنه و تیر
غم بر احبابِ سهرای افتاد

شعله در چرخ ناگرفت گرفت
لرزه بر عرش ناگهان افتاد

جست از سدره طائر قدمی
کش از آن عقل آشیای افتاد

زین قیامت که بے جهنگام است
در حرم شورِ الامان افتاده

آن چنان جوش خورد از تنبِ غم
کلبِ زمزم ز ناودان افتاد

۱ - مرثیه شهزاده فرخنده شاه ابن ابو ظفر چهار شاه -

از فراز ملک گزار مسیح
سوی این هست خاکدان افتاد

ق

مردنِ خواجه چون به کعبه شنید
مرده آسا ز لردبان افتاد

خون ز غم در دلِ کلیم^۳ السرد
لاجرم عقده بر زبان افتاد

گر فرود افتد آسپاں به زمین
با قضا در نمی توان افتاد

گشت داغ غم حسین^۴ علی^۵
تازه در ماتم حسین علی

از زبانش به معرض آثار
خون فرو می چکد دم گفتار

عالمی راست در نهان و عیان
دل غم اندوز و دیده دریا بار

درد این سو فشرده با در دل
اشک آن سو دویده بر رخسار

مابرا از خرد پژویش رفت
گفت می بین و دم مزن زهار

دیده باشی که خواجه چون می زیست
لخته آن فتر و فترخی یاد آر

رگِ بر گم ازو لیاقت گرفته
دلِ مووسه ازو ندید آزار

داد تن چون به خواب باز پس
با دلِ شاد و دیده بیدار

بهر دانه گردِ مضجع او
نقش بستند بر در و دیوار

مے نسوزد ز تابِ شعله شمع
بالِ پروانه چراغِ مزاد

مرگ سید حسین آسان نیست
دور آرد چنین کسی دشوار

از صفر روز رفت چون ده و هفت
شبِ شنبه بزاد روزِ شمار

ماه و تاریخ کز امام رضا^ع است
ماه و تاریخ سید العباس^ع

آن امام بهام یزدان دان
قهومان قلمرو ایمان

آنکه کر نطق او نشان نه دهد
نرسد کس به معنی قرآن

آنکه گردون بدی گوانائی
باشدش گوشت در خم چوکان

آنکه با وے بهشت و دوزخ را
چاره نبود ز بردن فرمان

صفت ذات وے به شرط و جواب
در لنگجده به حسیز امکان

جویش را عرض بود اسلام
این نپاید اگر نباشد آن

از اولی الامر ثامن و ضامن
که نجات نفوس راست ضامن

حسب دعوت به یامن مامون
گشت مهر مهر دین سپاه

آن ستم پیشه را بھی بايست
که کند خدمت از این دلدادان

به ریا و نفاق و خدعه و زرق
کرد لطف و مروت و احسان

به ولی عهدیش فریفت مگر
مے ندانست پایه سلطان

خیره سر بی که در حمایت عهد
پادشه را دهد ولایت عهد

گفت مامون شیء به چند غلام
که به میدون دوی شبا هنگام

ہائے ز سر کنید و بشتابید
سوے ہنگام قبیلہ کاہ انام

گو بود در فراز ، زودا زود
جاہد آمد فرود از رع یام

بس بدان ہائے کئی صدا نبود
جانبِ خواہگہ کشید خرام

پکمرہ بر سرش فرود آرید
قیسہائے برآمدہ ز لیام

اہرمن گوہرانِ تیرہ درون
خاتمہ زادِ سوادِ ظلمتِ شام

شاہ را یافتند تا چیستند
معین و ایوانِ آن خجستہ مقام

بود آن دم درونِ حجرۂ خاص
بر نہالے بسرخت خوابِ امام

اوصیا راست از نہایتِ قرب
جامہٴ خوابِ جامہٴ احرام

تغ یا بر سرش فرود آمد
ہمدچنان کز خدا درود و سلام

ہمدہ باز آمدند و دانستند
کارِ ماہِ تمام گشت تمام

بستر از خونِ پاکِ مِ نگرِفت
بر کشِ وِجِ مِوے خِمْ نگرِفت

پیکرِ خواجہ بود چشمِ نور
چشمِ بد باد از نگویان دور

نور دیدی شود به تیغِ دو نیم ؟
خون شنیدی چکد ز رخشانِ پور ؟

تو و یزدان بود چنی پیکر
در خور زخمِ دشنه و ساطور ؟

نه پیمبرِ گذاشت در گیتی ؟
اہل بیت و کلامِ ربِ غفور

بابہٗ اہل بیت تا دانی
ہست توام بہ ایزدی مشور

گر نہ خُشایِ تیرہ روزستے
روزِ ماندے ازو چرا مستور

کے فرزندِ ظہورِ نورِ دلش
آن کہ دزدِ نکہ ز نورِ ظہور

دہدہ ہاشمی کہ نور در سرِ سام
بر لٹاہد طبیعتِ رنجور

حامدانِ را ازینِ مشاہدہ شد
سینہا ریش و ریشہا نامور

در خلافِ خلافت از رویِ کین
بود چون کشتنِ امامِ ضرور

عاقبت میزبانِ میانِ کش
شاه را زهر داد در الکور

زائران را کنون به مشهدِ طوس
آسمان آید از پهنِ بابوس

قصهٔ سینهٔ سوز و زهرِ گداز
گفته آمد به شیوهٔ اعجاز

ناز پروردهٔ لیاظهٔ هست
عجز من در گزارشِ اعجاز

من بدان سوختنِ تساختهٔ ام
که توانم شناخت سوز از ساز

ز آسمانِ شکنجهٔ است عظیم
بر زبانم حکایتِ است دراز

اینت آشوبِ دل ز خونِ بُر کن
اینت رنجِ تن از روانِ پرداز

مُرد سید حسین و برد غمش
از دلم تاب و از لیمِ آواز

تا چها با رسولِ بودش روی
تا چها با خدایِ بودش راوی

خاست در حاملان عرشِ عظیم
شورِ شمعون ز شمعِ پرواز

پایه عرش پشته اند ز دست
تا گزاوند بر جنازه نماز

در جهانِ مثال داودش
میجان بر سیاطِ نعت و ناز

پیرِ اعیانِ رسمِ جهد و جهاد
خواجده هم پایِ مهدی آید باز

آفرای بر روانِ پاکش باد
سهر از ذره پایِ خاکش باد

دگر اے دل به خون شناور باش
آشنا روئے ندیده تر باش

کمتر از شمع در شارب نه ای
پایه بر جا در آب و آذر باش

خویشتن را فکن در آتشِ قیز
گر نه پروانه ای سمندر باش

تا لیلی ز لاهری به نظر
قارعه از کار پایِ بستر باش

کو گریبان ز تست چاکش کن
ور رگِ جان ز تست نشتر باش

و احسنا بگوی و در گفتن
 به نغان آی و شور محتر باش
 دیده را گرد و خار و پیکان شو
 سینه را تیغ و تیر و خنجر باش
 غم میجر اجل غم دین است
 غالب از غصه خاک پر سر باش
 گفته باشی که زار و شمرده ام
 لخته از خویشتن فزون تر باش
 خیز و کرد مزارِ خواجه بگرد
 یا سپهر بریں برابر باش
 بنی از خود بسنه می خندم
 می کنم سویه گو مکرر باش
 گشت داغ غم حسین^۱ علی^۲
 تازه در ماتم حسین علی^۳

۳

خواهم از بند بزدان سخن آغاز کنم
 غم دل پرده دری کرد نغان ساز کنم
 به نوائی که ز مضرب چکاید خوناب
 خویشتن را به سخن زمزمه پرداز کنم

۱ - مرثیه سیدالعلما مولانا سید حسین بن غفران مآب سید دلداز علی
 (ولادت ۱۸ صفر ۱۲۴۳ هـ - ۱۸۵۳ هـ) ۲ اکتوبر ۱۸۵۶ (ح)

دو خرابی به جهان می‌کند بنیاد نهم
در اسیری به سخن دعوی اعجاز کنم

به مشتاق نه بود تید ، به شعر آویزم
روژگه چند رسن تابی آواز کنم

چون سرایم سخن انصاف ز عرم خواهم
چون نویسم غزل الدیش ز غبار کنم

تا چه افسون به خود از هیبت صیاد دهم
تا چه خون در چنگ از حسرت پرواز کنم

باز دیرینه لدم و به مغرما کالی جا
آن نه گنجد که تو در کوی و من باز کنم

بای ناسازی طالع که بمن گردد باز
با خرد شکوه گر از طالع ناساز کنم

اهل زندان به سرو چشم خودم جا دادند
تا به دین صدر نشینی چه قدر لاز کنم

به دزدان گرفتار وفا نیست به شهر
خویشتن را به شما بخدم و همراز کنم

من گرفتارم و ای دایره دوزخ ، تن زن
در سخن به روی شیوه اعجاز کنم

گرچه توفیق گرفتاری جاویدم نیست
لیکن از دهر دگر خوشدنی امیدم نیست

شمع بر چند به بر زاویه آسان سوزد
خوبتر آنست که بر نطح در ایوان سوزد

عود من پرزه سوزید ، وگر سوختنی ست
بگزارید که در مجمر سلطان سوزد

خانه ام ز آتش بیداد عذو سوخت دروغ
سوختن داشت ز شمع که شبستان سوزد

من آن سوخته که گر زخم جگر بنام
بر من از سهر دل کبر و محلمان سوزد

من آن سوخته خرم که ز افسانه من
نفس راهرو و رهن و دهقان سوزد

من آن قیس که گر سوس من آمد لیلی
حمل از شعله آواز حدی خوان سوزد

تا چشام گزرد روز به شبحا یارب
از چراغی که عسی بر در زندان سوزد

تم از بند در اقبوه رقیبان لرزد
دل از درد بر الدوه اسیران سوزد

از نهم دیله من فتم طوقان خیزد
از تقی ناله من جوهر کیوان سوزد

آه ازین خانه که در و می نتوان یافت هوا
جز سوس که خس و خوار بیابان سوزد

اے کہ در زانوہ شہا بہ چراغہ شمری
دلہ از سینہ پروں آر کہ ناغہ شمری

ہاجانان چہ آئید کہ من می آیم
در زندان بکشائید کہ من می آیم

ہر کہ دیدے بہ در خویش سپاسم گفتے
خیر مقدم بسرائید کہ من می آیم

جادہ شناسم و زانوہ شہا می توہم
راہم از دور نکالید کہ من می آیم

راہور جادہ تسلیم درشتی نکند
سخت گیرندہ چرائید کہ من می آیم

خست تن در رہ تعذیب ضرور است اینجا
نمک آرد و بسائید کہ من می آیم

عارض خاک بہ ہاشیدن خون تازہ کشید
رونی خانہ فزائید کہ من می آیم

چوں من آیم بدشا شکوہ گردوں نہ رواست
زی سپس ژاڑ مٹائید کہ من می آیم

ہاں عزیزان کہ دریں کلیہ اقامت دارید
بخت خود را ہستائید کہ من می آیم

تا بہ دروازہ زندان پئے آوردن من
قدمے رنجہ نکالید کہ من می آیم

چون سخن سنجی و فرزانی آئین من است
 بهره از من برنالد که من می آیم
 بخود از شوق بباید که خود باز روید
 به من از مهر گزاید که من می آیم

بسکه خویشان شده بیگانه ز بدنامی من
 غیر نشکفت خورد گر شمر ناکامی من

آه، فرداست هم امروز درآمد گوئی
 آفتاب از جهت قبله برآمد گوئی

دل و دهنی که مرا بود فروماند ز کار
 شب و روزی که مرا بود سرآمد گوئی

سرگزشتم همه رنج و الم آرد گفتی
 سر نوشتم همه خوف و خطر آمد گوئی

بهره اهل جهان چون ز جهان درد و غم است
 بهره من ز جهان بیشتر آمد گوئی

خستین و بستان من حدی عسی نیست ، پرو
 بر من اینها ز قضا و قدر آمد گوئی

بنرم را نتوان کرد خستین خایع
 خستگی غازه روی بنر آمد گوئی

عمر دل داشتم اینک عمر چایم دادند
 زخم را زخم دیگر بر اثر آمد گوئی

چرخ یک مردِ گرانمایه به زندان خواهد
یوسف از قیدِ زلیخا بدر آمد گونی

مژه اشب ز کجا این همه خوناب آورد
این چنین گرم ز زخمِ چکر آمد گونی

خود چرا خون غورم از غم کدبه غمخواری من
رحمت حق به لباسِ بشر آمد گونی

خواجه^{*} هست درین شهر که از پرش روی
پایه^{*} خویشتم دو نظر آمد گونی

مصطفی خان که درین واقعه غمخوار من است
گر بپریم چه هم از سرگ عزا دار من است

خواجه دادم که پسے روز تمام در بند
لیک دانی که شب از روز ندادم در بند

نه پسندم که کسی آید ، نتوانم که روم
جالبِ دریبه چه حسرت نگرانم در بند

خسته ام خسته من و دھوی^{*} همگی حاشا
بند سخت است قییدن نتوانم در بند

شادم از بند که از بندِ معاش آزادم
از کفِ شعله رسد جامه و نام در بند

آمد و خامه بیارید و سچل بنویسید
خواب از بخت پسے وام ستام در بند

یا رب این گوهر معنی که فنام ز کجاست
بند بر دل بود و نیست زبالم در بند

بر کسی از بند گران نالد و ناکس که منم
لالم از خویش که بر خویش گرامم در بند

خوئے خویش چه مصیبت زده و بچس دگر است
رنجه از دیدن رخ دگرامم در بند

رفته دربارۀ من حکم که با درد و دوین
شش من از عمر گواهی گزوانم در بند

اگر این است خود آنست که عید اضعی
نزد نیز چو عید رمضانم در بند

مدت قید اگر در نظرم نیست چرا
خون دل از سره بے صرفه چکانم در بند

نیستم طفل که در بند ربائی باشم
هم ز ذوق است که در سلسله خانی باشم

من نه آم که ازین سلسله تنگم نبود
چه کنم چون به قضا زبهره چنگم نبود

زین دو رنگ آمده صد رنگ خرابی به ظمور
گله نیست که از بخت دو رنگم نبود

راز دانا غم رسوائی جاوید بلاست
چهر آزار غم از قید لرنگم نبود

لرزم از خوف درین حجره که از خشت و گل است
ورنه در دل خطر از کلام نهنگم نبود

زنی دو سرهنگ که پیوند بهم می کردم
بیمه از شیر و برای ز پلنگم نبود

منم آئینه و این حادثه زلک است ولی
تاب بدنامی آلاش زلگم نبود

آه از آن دم که سرایند ز زندان آمد
الدین دایره گیرم که درنگم نبود

بمدمان داردم امید رهائی در بند
دامن از بند رهائی تر سنگم نبود

چور اعدا رود از دل پرهائی ، لیکن
طعن احباب کم از زخم خدنگم نبود

به شکاف قلم از سینه برون میریزم
بسکه گنجائی شمع در دل تنگم نبود

حاشا که درین سلسله باشم خوشنود
چه کنم چون سر این رشته به چنگم نبود

به صریح قلم خویش بود مستقر من
اندوین بند گران یی و سبک دستی من

بمدمان در دلم از دیده نهانید همه
طالب شمرده را روح و روانید همه

لله الحمد که در عیش و نشاطید همه
 لله الشکر که با شوکت و شائید همه
 هم در آئین نظر سحر طرازید همه
 هم در الیم سخن شاه نشائید همه
 چشم بد دور که فرخنده لقائید همه
 شاد باشید که فرخ گهرانید همه
 سود بینید ، وفا دیند و نورید همه
 زنده مانید ، صفا قالب و چالید همه
 من به خون خفته و یتم همه بینید همه
 من جگر خسته و دایم همه دالید همه
 در میان ضابطه مهر و وفا می بودست
 من بریم که هر آئین برآید همه
 روزی از مهر نگفتید فلائی چونست
 باره از لطف بگوئید چسائید همه
 گر لباشم به جهان خار و خسے کم گیرید
 ای که سرو و سمن باغ جهانید همه
 چاره گر نتوان کرد دعا می کافست
 دل اگر نیست خداوند زیائید همه
 بغت بند است که در بند رقم ساختند ام
 بشوئید و بینید و بخوائید همه

آن لباشم که به هر بزم ز من یاد آرید
 دارم امید که در بزم سخن یاد آرید

توجیع بند

۱

باز بر آتم گم نیاز آورم
رخ بپاشا گم نیاز آورم

دیدہ و دل را بے لعلِ مٹاخ
بر در گنجینہ راز آورم

بر چہ نہ لو بودہ فرود افکنم
بر چہ نہ فرسودہ فراز آورم

ساز دہم کہنہ مشو بیکلے
سیم کواکب بہ گداز آورم

از پس زو کوئی سہر منیر
آن ورق اندر دم کار آورم

وز بے آویختنی در گلو
سلسلہ از عمر دراز آورم

ایں کہوین بیکلے قدسی طراز
بیشر شہ بندہ فواز آورم

تکبیر گدِ دولت و دینِ بو ظفر
خضرِ روِ علم و یقینِ بو ظفر

خامه دگر رهروی از سر گرفت
تیزیِ کلام از دمِ خنجر گرفت

از نئے کلکم شجرِ طور رُست
بسکه ز سوزِ نفسم در گرفت

از چه سخن میرود از طور و نور
گر قد جهان صورتِ دیگر گرفت

جلوه گدِ وجهِ طرب گشت دهر
عهد مگر پرده ز رخ بر گرفت

برد دگر نامِ شهنشه خطیب
عرضِ سوافرازیِ منبر گرفت

تُرکِ فلکِ بینِ که ز برجیس و تیر
یعتِ خالقانِ سخنور گرفت

آن که درین دالره لاجورد
تاجِ زر از خسروِ خاور گرفت

تکبیر گدِ دولت و دینِ بو ظفر
خضرِ روِ علم و یقینِ بو ظفر

کوکبِ بینِ و علم و کوس و نامِ
برجیسِ رقصنده به ترقیِ لوامِ

حاحب و سہنگ دوان بیش بیش
فوج روان از پس کشور خداے

چشم قسم خورده بہ رفتارِ پیل
گوش ز خود رفته بہ بانگِ درایے

حرّۂ شوال گرتم کہ بہست
روزِ دلِ افروزِ مسرتِ فزایے

پیل بہ راہ از چہ دریں روز بہست
نقشِ مہِ چارودہ از نقشِ ہایے

ماہِ تماشایے کہ ز 'ہی' ہر شدن
می نتواند کہ مجید ز جامے

یو کہ دریں روز گراید بہ من
شلوِ عدو بندِ قلمرو کشایے

تکبہ کہ دولت و دیں بو ظفر
خضر رہ علم و یتیں بو ظفر

در نظرم روئے بہار مہ خوش است
بادہ بدینی وجہ موجتہ خوش است

وقت پشے بادہ چہ جوفی ہے
ہم بہ شب و ہم بہ سحرگہ خوش است

نغمہ چو ہے ہوش ز سر می برد
وہ زدنِ مطرب ازین رہ خوش است

ہگز و تن زن کہ ز ما تا بہ دوست
راہِ دراز آمد و کوتاہِ خوش است

ہر کہ ز چہ آب بکشد سودِ اوست
ہیزہ کہ روید بہ لب چہ خوش است

خودہ بہ بدبستی غالب بگیر
کاف بہ غرور دل آگہ خوش است

دید کہ گویستہ و گر پیخودم
روے سخن سوے شہشہ خوش است

لکیم گوی دولت و دین بو ظفر
خضر رو عالم و یقی بو ظفر

اے بہ ہنر انجمن آراے ملک
وے بہ اثر رونق سیای ملک

عدل تو سرمایہٴ آوام خلق
ہذل تو پیرایہٴ لیلای ملک

آئندہ راے تو در دست دین
سلسلہٴ حکم تو بر پای ملک

مہکدہٴ راز تو در پائے علم
زمزمہٴ ساز تو غوغای ملک

دو عرفا اسم تو ذوائنونِ وقت
دو خلفا نام تو دارای ملک

فائدہ بخشیدہ بہ اعیانِ دہر
مائدہ گسترده بہ چنائے ملک

سینہ منور بہ نمناے حق
دیدہ مکتحل بہ تماشاے ملک

لکیم گہ دولت و دیں ہو ظفر
خضر رو علم و یقین ہو ظفر

نطق من آئینہ زداید ہے
تا چہ ذکرِ روئے نماید ہے

مائدہ آراے معانی سخن
از نفسم زائے رباید ہے

ناظم آن لہلی شہریں ادا
سوے من از سہر گراہد ہے

ناز سخن بر گہر من رواست
بر سخن ناز شاید ہے

تا ز شکوہ کہ سخن میرود ؟
چرخ برہ ناصیہ ملاید ہے

دل ز زبان آئند منت پذیر
تا بہ زبان نام کہ آید ہے ؟

ہست ز دستوری دل گہ زبان
مدح شہنشاہ سراہد ہے

تکیہ گمِ دولت و دیں ہو ظفر
خضر رہِ علم و یقیں ہو ظفر

ہمدردِ شہِ طالعِ پیدار باد
دولتِ جاوید پرستار باد

ظلِ لواے تو تند ہر گجا
رایتِ بلخوہ نگونسار باد

مہر ندارد نظرے سوے او
روژِ علوے تو شبِ تار باد

کار تو سعی ست درآرامِ خلق
سعی تو مشکور دریں کار باد

بابہٗ والای تو بالا تراست
از من و از مدح منت عار باد

ابر فروبارد و باز ایستد
دستِ تو پیوستہ گہر باز باد

ختر ثنا بہ کہ بود بر دہا
باد دریں عالم و بسیار باد

تکیہ گمِ دولت و دیں ہو ظفر
خضر رہِ علم و یقیں ہو ظفر

۲

ورودِ سرور سلطان نشانِ مبارک باد
به شهر مقدمِ نوشیروان مبارک باد

سرور و خوشدلی و اتساع و آسایش
نشاط و شادی و امن و امان مبارک باد

نه این دیار که شهرے ست در قلعو بند
به ملکِ پند گران تا گران مبارک باد

ز طبعِ خلق پدر برد عدلِ ناسازی
دوامِ رابطهٔ جسم و جان مبارک باد

و نور عیش به دارایِ خلق اوزانی
بجوهرِ خلق بر آن آستان مبارک باد

ذریعہٗ شرف و عز و جاهِ شهر آمد
وزیرِ پادشاه و پادشاهِ شهر آمد

به اهلِ شهر بگو تا به خویشین نازند
نشاط و شادی و سرور و آغازند

بساطِ بامی گرانمایه در فضایِ چمن
بکسترند و بهم طرحِ بزم اندازند

زخیمهٔ با و سربازده بامی رنگارنگ
سهر بامی دگر بر زمینی یغرازند

دمے کہ این ہمہ آئینِ شہر بر بندد
 ز خانہ چہر پذیرہ شدن بندو تازند
 چو روئے دیدہ فروزِ خدا یگان نگرند
 بدین لوائے دل آویزِ نعمہ پردازند

ذریعہٴ شرف و عز و جاہِ شہر آمد
 وزیرِ پادشہ و پادشاہِ شہر آمد

جالِ کوکبہٴ شہربار می بینم
 فروغِ بختِ دریں روزگار می بینم

ہزار و ہشت صد و شصت و شش ز سالِ مسیح
 چار تازہ بہ فصلِ چار می بینم

زمانہ در پیے قطعِ امید و من بہ خیال
 خوشم کہ روئے خداوندگار می بینم

بہ بارگہ چو سکندرِ دویت می لکرم
 بہ خاکِ رہ چو ارسطو ہزار می بینم

ندیدہ بلبلِ بے بال و پر بہ جانبِ باغ
 بہ حیرتے کہ سوئے رہ گزار می بینم

ذریعہٴ شرف و عز و جاہِ شہر آمد
 وزیرِ پادشہ و پادشاہِ شہر آمد

رخِ نکوئے ترا ماہِ آہاں گویم
 قدرِ بلندِ ترا سرورِ بوستان گویم

حدیث مدح تو برتر بود ز منطق من
مگر به تنبیت طالع زبان گویم

گورنری نه ز شاهی کم است میدادم
تو هر چه نام نهی خویش را چنان گویم

به پیرین اگر افشالده غم شرر گاه نیست
سخن ز سوختن مغز استخوان گویم

ز زندگی که هست نیست هم بدان شادم
که دوستان به من و من به دوستان گویم

ذریعه شرف و عز و جاه شهر آمد
وزیر پادشه و پادشاه شهر آمد

همیشه بر محط داد در جهانهای
تو آصفی کن و وکتوریا سلمانی

رخ تو مهر درخشان به عالم فروزی
کف تو ابر چهاران به گوهر افشانی

نهان به طبع تو اسرار علم اشراق
عیان ز روی تو انوار فقر یزدانی

به حلم و لطف ترا شیوه ملک شاهی
به بذل و جود ترا دستگاه قانی

ببین بر آئینه ترجیع بند محالب را
که آئینه است گرامانه در ثناخوانی

ذریعہ شرف و عز و جاہِ شہر آمد
وزیرِ پادشہ و پادشاہِ شہر آمد

خمسہ بر غزلِ مولانا قدسی قدس اللہ سورۃ

کیستہ تا بہ خروش آوردم بے ادبی
قدسیاں پیش تو در موقتِ حاجت طلبی
رفتہ از خویش بدیں زمرہٴ زیرِ لبی

مرحبا ستیدِ مکی مدنی العربی
دل و جان بادِ قدایت کہ عجب خوش لقی

اے کہ روئے تو دہد روشنیِ ایمان
کافرِ کافر اگر مہرِ منبرش خوان
صورتِ خویش کشید ست مصورِ دائم

من بدل بہ جال تو عجب حیران
اللہ اللہ چہ جال است بدیں بلمعجبی

اے گلِ قازہ کہ زیبِ چمنی آدم را
باعثِ رابطہٴ جان و تنی آدم را
کردہ درپوزہٴ فیضِ تو غنی آدم را

نسبتی نیست یہ ذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

اے لبّ را بسوی خلق ز خالق پیغام
روح را لطف کلام تو کند شیوین کلام
ابر فیضی گم بود از اثر رحمت عام

نخلِ پستانِ مدینه ز تو سرسبز مدام
زان شدہ شہرہ آفاق ہمیشہیں وطبی

خواست چون ایزدِ دانا کہ بساطی از نور
گسترده در ہمہ آفاق چہ نزدیک، چہ دور
حکم اصدار تو در ارض و سما پات صبور

ذات پاک تو درین ملکِ عرب کرد ظہور
زان سبب آمدہ قرآن بہ زبانِ عربی

وصفِ رخسار تو اگر در دلِ ادراک گزشت
لم ہمین است کہ از دائرہ خاک گزشت
ہمچو آن شعلہ کہ گرم از خس و خاشاک گزشت

شبِ معراج عروج تو ز افلاک گزشت
بہ مقامی کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی

چہ کم چارہ کہ پیوندِ عجزالت گسکم
من کہ جز چشمہ حیوان نبود آب و کلم
من کہ چون مہر درخشان ہمد نور دلم

نسبتِ خود بہ سکت کردم و بس مغفلم
زانکہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی

دل ز غم مرده و غم برده ز ما صبر و ثبات
 غم گساری کن و بنالے بہا راہِ نجات
 دادِ سوزِ جگر ما چہ دہد لیل و نوات

ما ہمہ تشنہ لبائیم و توفی آبِ حیات
 رحم فرما کہ ز حدِ مے گزر د تشنہ لبی

غالبِ غمزدہ را نیست دریں غمزدگی
 جز ہمہ امیدِ ولایے تو تمنائے بی
 از تب و تابِ دلِ سوخته غافل نشوی

ستیدی انت حبیبی و طیبِ قلبی
 آمدہ سوئے تو قدسی بے دوائِ طبعی

رباعیات

رباعیات

۱

غالب آزادہٗ موحد کیشم
بر باکیِ خویشتن ، گواہِ خویشم
گفتی بہ سخن بہ رفتگان کس نرسد
از بازپسین لکجہ گزاران پیشم

۲

غالب بہ گہر ز دودۂ زادشتم
ژان رو بہ حطائے دم تیغ است دم
چون رات سپیدے زدم چنگ بہ شعر
شد تیر شکستہٗ نواگانِ قلم

۳

شرط است کہ بہر ضبطِ آداب و رسوم
خیزد بعد از نبی ، امامِ معصوم
ز اجماع چہ گوئی بہ علیؑ باز گرای
مہ جالے نشینِ سہر باشد ، نہ نجوم

۴

راچه ست ز عهد تا حضور الله
خواهی تو دراز گیر و خواهی کوتاه

این کوثر و طوبی که نشاها دارد
بر چشمه و سایه است در نیمه راه

۵

شرط است به دهر دو مظفر گشتن
اسباب دلاوری میسر گشتن

جای ز شراب ارغوان باید
آن را که بود هوای خاور گشتن

۶

سائل ز گدا چیز نداشت نبرد
مرگ از عاشق چیز سلامت نبرد

از سینه من که قلم خون دل است
جز تیر تو کسی جان سلامت نبرد

۷

پرچند که زشت و ناسزائیم همه
 در عهد رحمت خدائیم همه
 و در جلوه دهد چنانکه مائیم همه
 شایسته نفت و یورائیم همه

۸

آن مرد که زن گرفت دانا نبود
 از حصه فراغت بیانا نبود
 دارد بجهان خانه و زن نیست درو
 لازم بنما چرا توانا نبود

۹

آن را که عظیم ازل در نظر است
 بر چند بلا بیش ، طرب بیشتر است
 فرق است میان من و صنعا در کفر
 بخش دگر و مزد عبادت دگر است

۱۰

آن غسته که در نظر بجز یاروش نیست
 با سود و زیانِ خویشتن کُرش نیست
 طالب ز طلب رینِ آثارش نیست
 پرچند حنا برگ دهد ، یارش نیست

۱۱

چرکو که ز زخم زخم بر چنگ زلد
 پداست که از هر چه آهنگ زلد
 در پرده ناخوشی ، خوشی پنهان است
 کز نه ز خشم جامه بر سنگ زلد

۱۲

بادست غم ، آن باد که حاصل ببرد
 آب رخ بوشند و غافل ببرد
 بگذاشته ام خیمه ز صبا به مهر
 کش اندر مرگ پدر از دل ببرد

۱۳

گیرم کہ ز دہر رسمِ غم برخیزد
غہائے گزشتہ چوں ہم برخیزد

مشکل کہ دہند دادِ ناکامی ما
ہرچند کہ لوجامِ ستم برخیزد

۱۴

جائست مرا ز غم شاوے دروے
الدیشہ نشاندہ خار زارے دروے

ہر پارۂ دل کہ ریزد از دیندہ من
یابند نفس ریزہ جو خارے دروے

۱۵

ہر دل از دیدہ فتحِ باب است این خواب
بارانِ امید را سحاب است این خواب

ز تھار گہاں مہر کہ خواب است این خواب
تعبیرِ ولایے ہوتراپ^۲ است این خواب

۱۶

بطلانی چشم مهر و ماه است این خواب
پیرایه یکرنگ است این خواب

بر صحت ذات شد گواهیست این خواب
بیداری بخت پادشاهیست این خواب

۱۷

این خواب که روشناس روزش گویند
چون صبح مراد دلفروزش گویند

زان رو که به روز دیده خسرو چه عجب
گر خسرو ملک امروزش گویند

۱۸

خواهی که فروغ دین ازو جلق گر است
در روز نصیب شاه روشن گهر است

پیداست کم دین چنان خواب به روز
تعییل نهجه دعای سحر است

۱۹

خواهی که بود نشانِ بختِ فیروز
دیدست به روز شاهِ گیتی افروز

فیضِ دمِ صبح تا چه بالیدن داشت
کز صبح به شد رسید در نیمه روز

۲۰

شاهِ ابرچند وایه جوئے آمده ام
دانی که چه مایه لغز گوئے آمده ام

رنکم که چار را به روی آمده ام
آیم که محیط را به جوئے آمده ام

۲۱

زاجا که دلم به وهم در بند نبود
با هیچ علاقه سخت پیوند نبود

مقصودِ من از کعبه و آهنگ سفر
جز ترکِ دیار و زن و فرزند نبود

۲۲

در سینہ ز غم زخمِ ستائے دارم
چشم و دلِ خونابه نشائے دارم

دانی کہ مرا چون تو مجھے باید ہیچ
اے فارغ ازان کہ جسم و جانے دارم

۲۳

اے آن کہ بہ راہِ کعبہ روئے داری
تازم کہ گزینہ آرزوئے داری

زنی گوئے کہ تند می خرامی ، دایم
در خالہ زنی ستیزہ خوئے داری

۲۴

ایں رسم کہ بخشیدہ شاہی ہر سال
آید بہ کفم ز خواجہ تاشان بہ سوال

مالاست بدان کہ ہرچہ افشاند اہر
از شاخِ رسد بہ سبزہ ہائے نہال

۲۵

خرابم که دگر سخن به پیافره کنم
تا جانِ ستم رسیده را چاره کنم

رسم است جوابِ نامه ، چون نیست جواب
باشد که تو پس دبی و من پاره کنم

۲۶

ای جامِ شرابِ شادکامی زده ای
در جور دم از بلند قامی زده ای

یاد آر ز من چو زنی اندر راجه
قتلها ره رفته خراسی زده ای

۲۷

امروز شراره به داغم زده اند
نقش بر رگ صبر و فراغم زده اند

از کثرتِ شور عطسه مغزم ریش است
تا عطرها چه فتنه بر دماغم زده اند

۲۸

زای مومے کہ بر میان تست اے بد کیش
باشد کمرت خجل ز بے برگِ خویش

آمیزشِ مومے با میانے کہ تراست
ہمسایگیِ توانگر است و درویش

۲۹

اے آنکہ ترا سعی بہ دربانِ من است
منعم مکن از بادہ کہ قلعیانِ من است

حیف است کہ بعدِ من بہ میراثِ رود
این یک دو مد خم کہ در شبستانِ من است

۳۰

شاہم ، زباہ افسر داغ اورنگ
دارم بہ بحر و بر ز وحشتِ آہنگ

مرجانِ دو رویم زارو بہشتِ نہنگ
بر کتوہ زایم مکہ از داغِ ہنگ

۳۱

در بزمِ نشاط خستگان را چه نشاط ؟
از هریندہ ہائے ہستگان را چه نشاط ؟

گر این شرابِ ناب ہار د ، غالب
ما جام و سبو شکستگان را چه نشاط ؟

۳۲

دو خوردی تیر بود درختی کہ مراست
خالدہ آتش است وختی کہ مراست

بے آنکہ تو بدنام شوی می کشدم
نلساز تو از خودی تو بھنے کہ مراست

۳۳

یارب ! لفسر شرارہ بیزم بخشند
یارب مزہ ہائے دجلہ و بزم بخشند

بے سوزی غم عشق مبادا زہار
جانے کہ بہ روزی دستخیزم بخشند

۳۲

قانع فیم اور بہشت لیزم بخشند
از بخشش خاص تا ہم چیزم بخشند

آئید کہ صرف روئے تو شود
جانے کہ بہ روز رستخیزم بخشند

۳۵

اوراست اگر ہزار چیزم بخشند
اوراست اگر بہشت لیزم بخشند

بر دوست خدا کم بعد گولہ نشاط
جانے کہ بہ روز رستخیزم بخشند

۳۶

دی دوست بیزم بانہ ام خواند بہ ناز
وانکہ ورقِ سہر بگرداند بہ ناز

چشمِ من و شامی کہ فروخت بہ ہے
دستِ من و دامنے کہ افشاند بہ ناز

۳۷

یارب ! سوئے بہ روزگارن ما را
و چہ کل و مل بہ توچارن ما را

صرفِ تنک و تجوچہ قدر خواهد شد
کنجندہ این صومعہ داران ما را

۳۸

آہم کہ بہ ہمانہ من ساقیِ دہر
و یزد ہمہ "دورِ درد و تلخاہ" زہر

بگزر ز سعادت و محوست کہ مرا
ناہد بہ غمزہ کشت و سرخ بہ قہر

۳۹

دو باغِ مرادِ ما ز بیدادِ تنگِ برگ
بے غلِ بجائے مالہ ، بے شاخ ، نہ برگ

چون خالہ خراب است چہ نالیم ز سیل
چون زیست وہال است چہ ترسیم ز مرگ

۲۰

یا رب! بجهانیان دل خترم ده
در دعویٰ جنت آشتی باهم ده

شداد پسر نه داشت باغش از تست
آن مسکنِ آدم به بنی آدم ده

۲۱

رنجورم و می به دهر درماں بودم
نیروے دل و روشنی جان بودم

گفتم به پدر که خو به می نوشی کن
تا باده به میراث فراوان بودم

۲۲

روے تو به آفتاب تاہاں مازد
خوے تو به سیل در بیاباں مالد

زین کونہ کہ تار و مار باشد گوئی
زلف تو به ما خانه خراباں مالد

۲۳

آئی کہ تو شخصِ مرضی را چمنی
 سبحان اللہ چہ مایہ دنیا چمنی

البتہ عجب نیست کہ باشی نیاز
 زان رو کہ بہ دلبری سراہا چمنی

۲۴

ایں نامہ کہ راحتِ دلِ ویش آورد
 سرمایہٴ آبروئے درویش آورد

در ہر بُنیرِ مو دمید جائے یعنی
 سامانِ نثارِ خویش یا خویش آورد

۲۵

خوشتہ بود آبِ سوہن از قند و نبات
 با وے چہ سخن ز نیل و جیحون و فرات

ایں پارہٴ عالمی کہ ہندش نامند
 کوئی ظلمات و سوہن است آبِ حیات

۴۶

بسل کہ سخن طرازِ مہر آئینست
ارزشِ دہِ آن و مایہِ بخیرِ اینست

او پادشہ است گر سخنِ اقلیم است
او پیشرو است گر محبتِ دینست

۴۷

گر پرورشِ مہر نہ زانِ دل بودے
در دہرِ شہوعِ مہر مشکل بودے

ور صدقِ زِ جملہٗ رسائل بودے
بسمِ اقلیمِ آن رسالہٗ بسل بودے

۴۸

شرط است کہ روئے دل خراشم ہمہ عمر
خونابہٗ بعرخِ زِ دیدہٗ باشم ہمہ عمر

کافر باشم اگر بہِ مرکِ مومن
چون کعبہٗ سیدہٗ پوشِ نباشم ہمہ عمر

۲۹

ہر چشمہ بہ بحر ہم عنان است اینجا
ہر خار بنے عمر نشان است اینجا

از حاصلِ مرز و بومِ بنگالہ میسر
نے خامہ و بیمہ خیزان است اینجا

۵۰

غالب ہر پردہ نوائے دارد
ہر گوشہ از دہر فضائے دارد

برجید بیوست از دماغم یکسر
بنگالہ شگرف آب و ہوائے دارد

۵۱

صبح است و ہائے فیض و گیتی داسے
صبح است و ہوائے شوق و گردوں ہائے

برغیز و بروزگار ہم رنگ برای
با بادہ تلے و بلوریں جامے

۵۲

غالب چو ز دایگه بدرجستم من
آخر ز چه بود این همه برگشتن

باید که کنم هزار نفری بر خویش
لیکن به زبانِ جانده زانو وطن

۵۳

غالب روشِ مردمِ آزادِ جداست
رفتارِ اسیرانِ ره و زادِ جداست

ما را ترکِ مراد را آرام می دانیم
و آن باغچه ضعیفی شدادِ جداست

۵۴

اے آنکه گرفته ام به کوی تو بنده
وای چو به علف از درخویشم ناگاه

تا کعبه روم ز درگهت رو به قنای
چون بگذرم از کعبه نهم روی به راه

۵۵

منصور غمش ز نکته چنان چه بود
در راست خطر ز هم نشینان چه بود

چون عاقبت یکناله بینان دارست
در باب که انجام دو بینان چه بود

۵۶

هر کس ز حقیقت خبری داشته است
بر خاکِ ره عجز سرے داشته است

زاهد ز خدا ارم بدعوی طلبد
شداد پانا سرے داشته است

۵۷

در عهد تو و من است در هفت اقلیم
برخاستن امید و خون گشتن بیم

از جلوه چه ماند ، تا بسازند بهشت
از شعله چه ماند ، تا بتابند جحیم

۵۸

کشتی از موج سوسه ساحل برود
 رهرو از چاه تا به منزل برود

خود شکوه دلیل رفع آزارش است
 آید به زبان بر آنچه از دل برود

۵۹

در عشق بود ، عرض ممنا مشکل
 کاین جاست نفس غرقه به خونابه دل

در بادیه فتاده راهم که دروست
 پا با ز گداز زیره خاک به گل

۶۰

گر دل به شرور زدوده باشم خود را
 و در دلم تیغ سوده باشم خود را

حاشا که ز تو رهوده باشم خود را
 با خوسه تو آزموده باشم خود را

۶۱

نے کشتہ زخمِ نازک و شمشیرم
نے خستہ ناخنِ ہلک و شیرم

لب می کزم و خون بہ زبک می لبم
خون می خورم و ز زندگانی سیرم

۶۲

آن کز اثر طمع نشانش آرند
گر خود بہ ہوائے استخوانش آرند

گر بردگیِ قلمرو ہاں بہاست
چون سایہ بہ خاک موکشانش آرند

۶۳

اے آنکہ دہی مایہ کم و خواہش بیش
آن روز کہ وقتِ باز پرس آید بیش

ہنگزار مرا کہ من خیالے دارم
یا حسرتِ عیش ہائے لاکوۃ خواہش

۶۲

غالب غم روزگار ناکامم کُشت
از تنگی دل به حلقه دامن کُشت

هم غیرتِ سرِ بزرگی خامم سوخت
هم رشکِ نشاطِ مندی غم کُشت

۶۵

غالب به سخن گر چه کمیت همسر لیست
از نشه پوش پیچت آذر سر لیست

می خواهی و مفت و نفز و آنکه بسیار
این باده فروش باقی کوثر لیست

۶۶

گردیدن زاهدان به چشمت گستاخ
وین دست دراژی به ممر شاخ به شاخ

چون نیک نظر کنی ز روی تشبیه
ماند به چایم و علف زار فراخ

۶۷

تا موکبِ شهریارِ زینِ راه گزشت
فرقم به فلک رسید و از ماه گزشت

گردید ره کعبه ره خانه من
زین راه ، گزین راه شهنشاه گزشت

۶۸

آن را که بود درستی در انجام
هم محرم خاص آید و هم مرجع عام

آسان نبود کشاکشِ پهنِ قبول
زُهار نکردی به تکتوی بدنام

۶۹

زین رنگ که در کاشنِ احباب دمید
بزمرد گل و لاله شاداب دمید

در کعبه اقبالِ ترقی طلبان
گر مهر فرونشست ، مهتاب دمید

۷۰

چون مُدردِ تیرِ پیاله باقیست هنوز
شادم که بهارِ لاله باقیست هنوز

در کیشِ توکل غمِ فردا کفرست
یک روزه منی دو ساله باقیست هنوز

۷۱

در عالمِ بے‌خبری که تلخ است حیات
طاعت نتوان کرد به امیدِ نجات

اے کاش ز حق اشارتِ صوم و صلاوة
بودی به وجودِ مال چون حج و زکوة

۷۲

غالب غمِ روزگار و بارش نه کشد
وز حورِ بهشت انتظارش نه کشد

دارد تن و تن ز درد زارش نه کند
دارد دل و دل به پیچ کارش نه کشد

۷۳

وقت است که آبان موجّه نازد
مهر آئنه یخیزد رخ نهد ، مه نازد

این خود شرفِ دگر بود ، نیست عجب
گر مهر بد پابوسِ شهنشه نازد

۷۴

بر چند زمانه جمیع چشمال است
در جہل نہ حالِ شان یکِ منوال است

کودن همه لیک از یکے تا دگرے
فرقِ خمر عسلی و خمرِ دجّال است

۷۵

کس را نبود رخی بدیشان که تراست
پاکیزه تنے بد خوبیِ جان که تراست

گفتی که ز هیچ فتنه پروا نکنم
آه از غمِ چشمِ بدِ خوابان که تراست

۷۶

تا می کشی و جوهر دو سخنور داریم
 شانی دگر و شوکت دیگر داریم
 در می کنده پریم که می کشی از ماست
 در معرکه تیغیم که جوهر داریم

۷۷

دستم به کلید مغزنی می بایست
 ور بود نهی ، به دامن می بایست
 یا هیچ گاهم به کس نيفتاده کار
 یا خود به زمانه چون من می بایست

۷۸

بستم ز منی امید سرمست و بس است
 دارم سر این کلاه در دست و بس است
 گر ارزش لطف و گرمی نیست ، میاش
 استحقاق ترحم مرا هست و بس است

۷۹

گر گرد ز گنجِ گہرے برخیزد
مپسند کہ دود از جگرے برخیزد

منت نتوان نهاد بر کدہِ گراں
ہنشی کہ بخدمت دگرے برخیزد

۸۰

زاں دوست کہ جانِ قالبِ سہر و وفاست
کو دیر رسد ہاسخِ مکتوبِ رواست

زاں اشک کہ رختِ دیدہ ہنگامِ رقم
فی الجملہ نوردِ نامہ دشوارِ کشاست

۸۱

اے دوست! ہم سوے این فروماندہ بیا
از کوچہٗ غیرِ راہِ گرداندہ بیا

گفتی کہ مرا بخوان کہ من سرگد تو ام
بر گفتہٗ خویش باش و ناخواندہ بیا

۸۲

ای آن که ^۱ها لیسر دامت باشد
صاف ^۲مے خسروی بدچامت باشد

تسبیح ^۳به بر اسم ^۴الهی که بود
آغاز ^۵ز ابتدای نامت باشد

۸۳

شام آمد و رفت سر به ^۱بابوس خیال
بر تخت ^۲شهی نشست ^۳کائوس خیال

از گردش ^۴گونه گونه اشکال ^۵مجوم
گردید ^۶دماغ ^۷دهر ^۸لالوس خیال

۸۴

تا ^۱بکرمدم شفق ^۲گراشد از چشم
بردم ^۳مژه خون ^۴برو ^۵باشد از چشم

قطع ^۶نظر از چشم ^۷دل ^۸لیزم ^۹بست
بیند ^{۱۰}که ^{۱۱}خسته ^{۱۲}تر ^{۱۳}باشد از چشم

۸۵

بر قولِ تو اعتماد نتوان کردن
خود را به گزاف شاد نتوان کردن

از کثرتِ وعده های بے دریغی تو
یک وعده درست یاد نتوان کردن

۸۶

گر در طلبِ دوست بود های تو سست
غمگینی مغنو

ور خود باشی به جستجو چاهک و چست
مغرور مشو

اخلاص به نسبت است و نسبت از کیست
چون شبنم و مهر

گر جذبه قوی فتاد و پیولد درست
بیخود می آرد

۸۷

شب چیست ؟ سوزدای دلِ اهل کمال
سرمایه دمِ حسن به زلف و خط و خال

معراجِ لبی به شب ازان بود که نیست
وقتی شایسته آن ز شب بهر وصال

۸۸

بر چند شے کہ سہاوش کردم
بر خویش به لایم سہاوش کردم

آہ از دل ہیچ کہ میامی کہ من
در وصل ز خویش بدگوشی کردم

۸۹

در کلبہ من اگر غبارے بینی
بجیدہ بخویش پیچو مارے بینی

تنگ است چنان کہ دایم از صحن سرا
از جرم لاک ستارہ وارے بینی

۹۰

بر چند توان بے سرو سامان بودن
بازچہ خویشتن زشت نتوان بودن

باقی کہ ز دشمن بر جگر سخت تر است
از کردہ خویشتن پشیمان بودن

۹۱

بازی نمود روزگار بودم همه عمر
از بخت امیدوار بودم همه عمر

به مایه به فکر سود مالدن همه جا
به وعده در انتظار بودم همه عمر

۹۲

چون معتبر الدوله بدان سیرت خوب
مستحقى "مرد" و شد میرا ز ذلوت

محبوب علی خان به جهان اسمش بود
تاریخ وفات شد "درینا محبوب"

۵۱۲۷۳

۹۳

باید که دلت ز غصه درهم نشود
از رفتن زر دستخوش غم نشود

این سیم و زر است، خواجه این اسم و زر است
غم نیست که هر چند خوری کم نشود

۹۲

ای کرده به آرایش گفتار بسیج
در زلف سخن کشوده و به غم و بیج

عالم که تو چیز دیگرش می‌دانی
ذاتِ ست بسیط، منبسط، دیگر هیچ

۹۵

داری چه پر اس جانشانی از مرگ
می جوی حیات جاودانی از مرگ

از سوز حرارت غریزی دالم
فراز تر است زندگانی از مرگ

۹۶

دانم که آئین شکایت به نکوست
مارا سخن از مرگ خود و صورت اوست

دانست و نیامد و نرسید و ندید
هم خسته، دشمنیم و هم کشته، دوست

۹۷

دارم دلِ شاد و دیدہ بینای
وز کتریِ گوشم نبود پروای

خوشت کہ نشنوم ز ہر خودرای
کبابکِ "انا ربکم الاعلاے"

۹۸

باید کہ جہانے دگر ایجاد شود
تا کلبہٴ ویرانِ من آباد شود

در عالمِ انبساط از من خوشتر
مطرب کہ بہ سوزِ دگرانِ شاد شود

۹۹

تا چند بہ ہنگامہ سلامت باشی
تا چند شمشکِ اقامت باشی

گفتی کہ لیا شد شبِ غم را سحرے
حیف است کہ منکرِ قیامت باشی

۱۰۰

اے تیرے زمیں کہ ہونہ ای ہستی من
ہر خاک کہ با آست ہمہ بر سر من

زد ہجر کسان و ہجر من دانه و دام
اے مادر دیگران و مادر من

۱۰۱

آن را کہ ز دست بے زری ہمال است
رسوائی نیز لازم احوال است

ما خشک لب و خرقہ آوردہ بہ سے
ساق مگرش پیالہ از غربال است

۱۰۲

اوراق زمانہ دونوشتیم و گزشت
درفن سخن یکانہ کشتیم و گزشت

سے بود دوائے ما بہ پری غالب
زان نیز بہ ناکام گزشتیم و گزشت

۱۰۳

عمریست که در خمِ خوارم ساق
 قابِ تفرّ تشنگی نیارم ساق

بکشا سرِ مشک و در گلیم مرده
 سائلِ به کفم قلع ندارم ساق

رباعیات سبد چین و باغ دودر

۱

بخشد به قالبِ سخنور یزدان
 ترخِ پسرے به شکلِ ماهِ تابان
 م نورِ نگاہِ لیلِ رخشان است
 م روشنیِ چشمِ شهابِ الدینِ خان

۲

امروز کہ روزِ عید و نوروز بود
 روزے فرخنده و دلِ امروز بود
 ہر عیش و نشاطے کہ دریں روز بود
 ہر روزِ ترا ز بختِ فیروز بود

۳

نازم به نشاطِ این چینیِ برگشتن
 رمزیست نہفتہِ الدینِ برگشتن
 سرمایہٴ نازش است و پیرایہٴ حسن
 برگشتنِ مزگان بود این برگشتن

۴

خوالدیم سخنہائے محبت بسیار
والدیم سخنہائے محبت بسیار

رفتیم آخر ز عالم و در عالم
ماندیم سخنہائے محبت بسیار

۵

اے روئے تو همچو سہر گہنی افروز
وے بخت تو در جہاں ستانی بیروز

حق کردہ بہ روز نامہٴ عمر تو ثبت
توقع توقع ہزاراں نوروز

۶

اے آنکہ بہ دہر نام تو شاہ رخ است
پیوستہ ترا بہ حضرت شاہ رخ است

نازد بتو شد کہ باشد اندر شطرنج
امید ظفر قوی جو با شاہ رخ است

۷

اے دادہ بیاد عمر در لہو و فوس
 زہار مشو ز رحمتِ حق مایوس
 و شدار کز آنسرِ جہنم ، حق را
 تہذیبِ غرض بود ، نہ تعذیبِ نفوس

۸

جائے کہ ستارہ شوخ چشمی وززد
 انسرِ انسا ، گرزنِ ارزنِ ارزد
 خورشید ز اندیشہ چلور گردش
 بر چرخ نہ بینی کہ چساں می ارزد

۹

در کالجِ شہرِ روان باز آمد
 فرمانِ فرماے شہ نشان باز آمد
 زین شادی و خوشدلی کہ روداد بہ شہر
 گوئی کہ مگر شاہِ جہاں باز آمد

۱۰

از دهر دلم وایه به هر - و می جست
از پادۀ ناب یک دو ساغر می جست

غزاله پیش دامن بخشید به من
آی که برای خود سگندر می جست

۱۱

زینسان که همیشه در روانی مایم
سرچشمه راز آسای مایم

لخته ز دساتیر بود ناسه ما
ساسان ششم به کاردانی مایم

۱۲

گویند جهانیان دو رویند ، مگوی
گر بد منکوه و لگویند ، مگوی

هر چند که بد زیستم و بد مردم
نیکان پسر مرده بد لگویند ، مگوی

۱۳

بر روز تم ز سایه لڑزان گردد
 بر شب دلم از داغ چراغان گردد
 خواهم که ز لطفِ منت گمری صاحب
 کار من آشفته به ساسان گردد

۱۴

ای پایه بلند ساز والا جایی
 از بهر تو باد هر چه از حق خواهی
 به کوکبه مکتوبه که در صورتِ هست
 چون مهر عیان معنی روح الهی

۱۵

نامِ اب و جد و عم نه گیرند این قوم
 فیض از دمِ مادران بپذیرند این قوم
 از مادر و از مادرِ مادر گویند
 .. در .. امیر این امیرند این قوم

۱۶

یا رب تو کجائی که به ما زور نه دهی
بودد خدائی که به ما زور نه دهی

نے نے ، تو نه غائی و نے پریمی
بے مایه چو مائی که به ما زور نه دهی

۱۷

آن کیمت که جسم ملک را جان باشد
آن کیمت که همسر سلیمان باشد

آن کیمت که الجمش به فرمان باشد
کس نیست ، مگر کلب علی خان باشد

۱۸

در دیده آن که محور رخ و یاس است
خاک است اگر لعل و کمر الیاس است

آن دل که ز دهر بود آزاد کثون
در بند محبت نوابین داس است

۱۹

بر چند خرد ز تابِ مے بہت شود
وز ضعفِ خرد و ہم قوی دست شود

بر کسی کہ خرد دارد ، ازین جوہرِ تاب
آن مابہ چرا خورد کہ ہدمست شود

۲۰

حق دادہ بہ سید از بے انعامش
فرخ ہسرے کہ واجب است اکرامش

تاویخِ ولادتش بود بے کم و بیش
از شاد حسین خاں کہ باشد نامش

۲۱

یک روز بہ ترکِ بادہ گوئی غالب
رخ روزِ دگر بہ بادہ شوقِ غالب

زنی توبہ بے بقا چہ جوقِ غالب
توبہ تب توبہ است گوئی غالب

۲۲

گردیدہ تہاں سہر جہانتاب دریغ
شد تیرہ جہاں بہ چشمِ احباب دریغ
ایں واقعہ را ز روئے زاری غالب
تاریخ رقم کرد کہ ”نواب دریغ“

۲۳

نوروز و دو عید از دو جانب اسال
خوب است ز روئے وضع و لیک است بد حال
امید کہ ایں بہ عید بہ قدر نواب
آوند دوامِ عمر و عز و اقبال

۲۴

داد و دہش تو روز افزوں بادا
بر دولت تو زمانہ مفتون بادا
ایں عید و دو صد ہزار عید دیگر
بر ذات تو قترخ و بہاویں بادا

۱۔ نواب میر جعفر علی خاں چادر سورق کی وفات پر یہ رباعی کہی
گئی اور ”اردوئے معلیٰ“ سے ماخوذ ہے۔ ”نواب دریغ“ کے
اعداد ۱۲۷۳ بتتے ہیں۔ ان میں ”ز“ (روئے زاری) کے سات جمع
کیے تو ۱۲۸۰ ہوئے۔

۲۔ ماخوذ از مکتب غالب (صفحہ ۹۱)

۳۔ مکتب غالب (صفحہ ۱۰۱)

۲۵

سر قاسم دهر عشرتستانِ تو باد
 صد رنگ گلِ طرب به دایانِ تو باد
 عید است و بهار خرمی با دارد
 جانِ من و صد چو من به قربانِ تو باد

۲۶

ای کرده به مهر زوفشانی تعلیم
 پیدا ز کلاه تو شکوهِ دریم
 بادا به تو فرخنده ز یزدانِ کریم
 پروانگیِ جدیدِ افطارِ قدیم

۲۷

نواب که شد ز شوکت و اقبالش
 بحشیدنِ باج غله از انضالش
 فارغ شده بر کسے و روداد فراغ
 هم "فارغ" و هم "فراغ" باعثِ سالت